مصطفی محمد طحان

وقت کا صحیح استعمال

مصنف

مصطفیٰ محمد طحان

مترجم

عبدالحمید اطہر ندوی

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔۲۵

مطبوعات ہیومن ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) نمبر ۱۰۴۶

نام کتاب : وقت کا صحیح استعمال
مصنف : مصطفیٰ محمد طحان
مترجم : عبدالحمید اطہر ندوی
صفحات : ۸۸
اشاعت : اکتوبر ۲۰۱۴ء
تعداد : ۱۱۰۰
قیمت : -/۴۸ روپے
ناشر : مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز
ڈی ۳۰۷، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵
فون: ۲۶۹۷۱۶۵۲، ۲۶۹۵۴۳۴۱ فیکس: ۲۶۹۴۷۸۵۸
E-mail: mmipublishers@gmail.com
Website: www.mmipublishers.net
مطبوعہ : ایچ۔ایس آفسٹ پرنٹرز، نئی دہلی۔۲

WAQT KA SAHI ISTEMAL (Urdu)
By: Mustafa Muhammad Tahhan
Translated by Abdul Hameed Athar Nadwi
Pages: 88
Price: ₹48.00

ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

موجودہ عہد کے دین پسند حلقوں کے لیے الاستاذ مصطفیٰ محمد طحان کی شخصیت ایک جانی پہچانی شخصیت ہے۔ وہ اپنی تصنیفی وتالیفی سرگرمیوں اور دعوتی وتبلیغی خدمات کے لیے پوری اسلامی دنیا میں مشہور ومعروف ہیں۔ انھوں نے اپنی تمام تر علمی، فکری اور جسمانی صلاحیتیں اللہ کے دین کی اقامت اور اس کے لیے جدو جہد کرنے والوں کی تربیت کے لیے وقف کردی ہیں۔ اِن موضوعات پر ان کی درجنوں کتابیں شہرت ومقبولیت کا ریکارڈ قائم کر چکی ہیں۔ اپنی انھی خوبیوں کی وجہ سے وہ ایک داعی اسلام، معلم ومربی اور مفکر ومدبر کی حیثیت سے اپنی شناخت رکھتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''وقت کا صحیح استعمال'' الاستاذ مصطفیٰ محمد طحان کی عربی کتاب ''ادارۃ الوقت'' کا سہل اور آسان اردو ترجمہ ہے۔ اس میں انھوں نے ایک مشفق اور دردمند مربی کی حیثیت سے وقت کی قدر وقیمت اور اس کی موثر منصوبہ بندی پر گفتگو کی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے مسلم نوجوانوں کی ذمّے داریوں کو خصوصیت کے ساتھ اپنی گفتگو کا موضوع بنایا ہے اور اس سلسلے کے تمام گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

جو بھی وقت انسان کی زندگی میں آتا ہے، وہ بہ ہر حال گزر جاتا ہے۔ اب یہ فیصلہ انسان کو کرنا ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں آنے والے وقت کو، کہاں اور کس طرح صرف کیا؟

جو بھی وقت اس کی زندگی میں آیا، وہ اس کے لیے سود مند رہا یا نقصان دہ؟ اگر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اب تک کا گزرا ہوا وقت ہمارے لیے مفید نہیں رہا یا ہم اسے اپنے لیے سود مند نہیں بنا سکے تو ہمیں چاہیے کہ آیندہ آنے والے وقت کو مفید اور سود مند بنانے میں لگ جائیں ـــــ دراصل قاری کے اندر یہی سوچ پیدا کرنا اس کتاب کا مقصد و مدعا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ مکتبے کی اس کتاب سے ہمارے قارئین زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔

ناشر

وقت کا صحیح استعمال

ایک شام میں برادر ڈاکٹر محمود ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سن رہا تھا، وہ امام حسن البنا شہید کی یادوں کا تذکرہ کر رہے تھے، امام نے ان سے کہا: جاؤ، فلاں سے ملاقات کرو اور اس سے کہو کہ شیخ حسن البنا تم سے فلاں مسئلہ کے بارے میں رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں، راستہ میں فلاں کے پاس جاؤ اور اس کو یاد دلاؤ کہ فلاں کام انجام دینے کے لیے ہماری بات ہوئی تھی اور فلاں بھائی کے مسئلہ میں ذمے داروں سے ملاقات کرنا نہ بھولنا، جس نے ہم سے تعاون طلب کیا ہے۔

ابو سعود کہتے ہیں کہ میں اپنے کاموں سے امام کو مطلع کرنے کے لیے مرکزی دفتر پہنچ ہی نہیں پاتا کہ دوسرے بہت سے کام حاضر رہتے، فلاں سے رابطہ کرو، فلاں کام کرو، فلاں کام انجام دو، فلاں کام جلدی سے کرو، میں نے ایک دن بڑی تھکاوٹ کے بعد کہا: ناظم اعلیٰ صاحب! آپ ان میں سے کچھ کام دوسروں کے حوالہ کیوں نہیں کرتے؟ شیخ صاحب نے صرف ایک جملہ کہا جو ہمارے موضوع کی جان ہے، انھوں نے کہا: ''محمود! کاموں کو وہی شخص انجام دیتا ہے، جو مشغول رہتا ہے۔''

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے، میری خواہش ہے کہ دن ۴۸ گھنٹوں کا ہو جائے، کام بہت زیادہ ہیں اور ان کو پورا کرنے کے لیے دن کے اوقات کافی نہیں ہوتے، جی ہاں! ان باتوں میں حقیقت ہو سکتی ہے لیکن یہ باتیں صحیح نہیں ہیں۔ اگر مغربی ماہرینِ معاشیات اپنے نظریات کی کمی اور ندرت کی بنیاد پر قائم کرتے ہیں تو ہم مسلمان کہتے ہیں کہ ہر چیز میں فراوانی ہے، رزق میں، وقت میں اور دنیا کی ہر چیز میں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین، انسان اور زندگی کو پیدا کیا اور ان کے درمیان توازن بھی قائم کیا تاکہ زندگی چلتی رہے اور وہ تعطل کا شکار نہ ہو، مگر یہ کہ خود انسان ہی توازن کو بگاڑنے کا کام کرے تو اس کے برے نتائج سامنے آئیں گے، اگر انسان اللہ کی طرف سے عطا کردہ صحیح راستے پر قائم رہیں تو تمام امور قانون فطرت کے مطابق انجام پائیں گے، جو زندگی میں توازن قائم رکھتا ہے اور تمام

بنی نوع انسان کے لیے خوشی اور سعادت کا باعث بنتا ہے۔ انسان کے پاس اپنے تمام کاموں کی انجام دہی کے لیے کافی وقت ہوتا ہے، لیکن اس وقت کو منظّم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر وہ وقت کو منظّم نہیں کرتا تو کام انجام نہ پانے کا وہ خود ہی ذمہ دار ہے، نہ کہ وقت کی تنگ دامانی جیسا کہ بہت سے لوگ کہتے ہیں۔

اسلام اوقات کو کیسے منظّم کرتا ہے؟

اگر کوئی مسلمانوں کی زندگی پر غور کرے گا تو وقت کے میدان میں اس کو بڑی عجیب و غریب باتیں نظر آئیں گی۔ کیوں کہ مسلمان کو متعین وقت پر جاگنا ضروری ہے، پانچ وقت کی نماز پڑھنا لازمی ہے، اس کے بعد دوسرے اوقات میں وہ اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ (اپنے دین کی سمجھ رکھنے والا مسلمان کبھی بھی بے کار نہیں رہ سکتا) متعین وقت پر وہ کھانا کھاتا ہے، اور کچھ وقت اپنے معاشرہ کی خدمت اور اپنی ذمہ داریوں کو انجام دینے کے لیے خاص کرتا ہے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے، صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: وہ محنت کرے اور خود اپنی ذات کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ کرے (یعنی یہی اس کے لیے صدقہ ہے)۔ صحابہ نے دریافت کیا: اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو یا یہ بھی نہ کرے تو؟ آپ نے فرمایا: ضرورت مند کی مدد کرے۔ صحابہ نے کہا: اگر یہ بھی نہ کرے تو؟ آپ نے فرمایا: بھلائی کا حکم دے، صحابہ نے پھر دریافت کیا: یہ بھی نہ کرے تو؟ آپ نے فرمایا: برائی سے باز آئے، یہ بھی صدقہ ہے۔‘‘ (بخاری و مسلم)

اگر معاملہ یہی ہے اور اسلام کے نزدیک وقت کی یہ اہمیت ہے تو اصلاحی تحریکات، اسلامی جماعتوں، طلباء تنظیموں اور حالات میں بہتر تبدیلی لانے اور اپنی پستی کے خول سے باہر آنے پر توجہ دینے والی ہر تنظیم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے معاملات پر از سر نو غور کرے، اپنے اہم اور پہلے انجام دینے والے کاموں کو متعین کرے اور وقت کو اپنی طاقت کے اہم مصادر اور ذرائع میں شمار کرے۔

وقت کو منظّم کرنے کا طریقہ کار کیا ہے؟

وقت کو اچھے انداز میں منظّم کرنے کے لیے تین چیزوں کا سمجھنا ضروری ہے:

وقت کی قدر و قیمت ● وقت کی منصوبہ بندی ● کاموں پر مکمل توجہ

وقت کی قدر و قیمت

جس طرح زندگی کی قیمت کا اندازہ کرنا اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے، اسی طرح وقت کی قدر و قیمت کو جاننا بھی اس سے فائدہ اٹھانے کا پہلا قدم ہے۔

کاموں میں مشغول شخص جو اپنے وقت کو صحیح استعمال کرنے کا حریص رہتا ہے اور اپنی ڈائری میں کام کے اوقات کو تحریر کرتا ہے، وہی کہہ سکتا ہے کہ آج فلاں وقت یہ کام ہے، کل فلاں وقت یہ کام ہے، گزشتہ مہینہ فلاں وقت میں نے یہ کام کیا، آئندہ سال اس دن یہ کام کروں گا۔ یہ اپنے وقت کے صحیح استعمال کرنے کے حریص اور منظّم آدمی کے لیے ہی ممکن ہے، کیوں کہ وقت کی حیثیت اور اہمیت اس کے نزدیک تجارت، کمائی اور مال کی طرح ہی ہوتی ہے۔

اس کے پاس وقت منٹوں کے اعتبار سے متعین رہتا ہے اور اس کا التزام وہ فرض سمجھتا ہے، اگر اس کا التزام نہیں کرتا تو وہ فہم و ادراک رکھنے والا مسلمان نہیں ہے۔

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○ (النساء:١٠٣)

’’نماز در حقیقت ایسا فرض ہے، جو پابندیِ وقت کے ساتھ اہل ایمان پر لازم کیا گیا ہے۔‘‘

وقت اس کے نزدیک تجارت، کمائی اور مال ہی نہیں ہے بلکہ اس کے نزدیک وقت عین زندگی ہے، اور ایمان کے سایہ میں زندگی نعمت ہے، بلکہ وہ عظیم نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (الانعام:١٢٢)

”کیا وہ شخص جو مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندگی دی اور اس کو وہ نور دیا، جس کی روشنی میں وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں ہے اور وہ اس سے نکل نہیں سکتا۔“

یہ عقیدہ دل میں پژمردگی کے بعد زندگی پیدا کرتا ہے اور تاریکیوں کے بعد نور عطا کرتا ہے، ایسی زندگی جس سے ہر چیز کا صحیح ذوق، تصور اور اندازہ دوسری حس میں تبدیل ہو جاتا ہے، جس کو وہ اس زندگی سے پہلے جانتا ہی نہیں تھا، اور ایسی روشنی جس کی کرنوں میں ہر چیز نئی نظر آتی ہے۔ زندگی کی اس نوع کی حفاظت کے لیے وقت پر توجہ دینا ضروری ہے، جو فانی انسان کو قدیم و ازلی اور ہمیشہ رہنے والی ذات سے مربوط کرتی ہے۔ پھر اس کو دنیا اور ظاہری زندگی سے مربوط کرتی ہے، اس کے بعد ایمان اور زمانہ کی جڑوں میں پھیلی ہوئی اور زمانہ کے مدار سے ملی ہوئی ایک ہی امت کے قافلہ سے ملا دیتی ہے۔ وہ زندگی اور نعمت ہے جس پر نبی کریم ﷺ نے ہر صبح اللہ کا شکر ادا کرنے کی وصیت کی ہے، چناں چہ ہم کہتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ.

”اللہ ہی کی تعریف ہے، جس نے ہم کو موت کے بعد زندگی عطا کی۔“

تاریخ اسلامی کے مصلحین اور مجددین جنھوں نے امت کو غفلت سے بیدار کیا کے تمام کاموں کا خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی نبض کو زندگی کی نبض کے ساتھ ملا دیا تھا، ان کے بیدار ہونے کی وجہ سے زندگی بھی بیدار ہو گئی تھی، ہم نے داعیان دین کی سیرت میں پڑھا ہے کہ وہ کیسے دن رات محنت اور جہد مسلسل کرتے تھے، اسی طریقہ سے انھوں نے ایک ساتھ تدریس و تعلیم اور دعوت و امت کی قیادت کا کام انجام دیا۔ امام حسن البناؒ اپنی دس وصیتوں میں فرماتے ہیں:

- قرآن کی تلاوت کرو یا کسی کتاب کا مطالعہ کرو یا کچھ سنو، بہ ہر حال اپنے وقت کا کوئی حصہ بے فائدہ صرف نہ کرو۔
- کام زیادہ ہیں اور وقت کم، لہٰذا تم اپنے دوسرے رفقاء کی اس میں مدد کرو کہ وہ اپنے وقت سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔ اگر تمھارے پاس کوئی خاص کام ہو تو اس کو کم سے کم وقت میں پورا کرو۔

وقت ان جیسے لوگوں کے نزدیک عین زندگی ہوتی ہے۔

قوموں کی ترقی

وقت کی پابندی اور زمانہ کی قیمت کا اندازہ کرنا قوموں کی ترقی یا پستی کا اہم میزان ہے:

- جب تم کسی ایسی قوم کو دیکھو گے، جس کے نوجوان اور بوڑھے راستوں پر یا چائے خانوں میں بے مقصد پھر رہے ہیں، وہ جانتے نہیں کہ وہ کیوں پیدا کیے گئے ہیں، وہ کیا کر رہے ہیں، جب ان کو بھوک ستاتی ہے تو وہ جہاں کھانا ملتا ہے چلے جاتے ہیں، ان کے دن، رات اور صبح و شام میں کوئی فرق نہیں، وہ اپنا کوئی مقصد نہیں جانتے، وہ زمانہ میں در بدر بھٹکتے رہتے ہیں، ایسے لوگ تم سے کہہ نہیں سکتے کہ ہم یہاں کیوں ہیں یا وہاں کیوں۔

جب تمھاری نظر ایسی قوم پر پڑے تو جان لو کہ یہ مردار قوم ہے، اس میں کوئی زندگی نہیں۔ یہ بدحالوں کی قوم ہے جن کے بارے میں شاعر نے کہا ہے:

وارحمناه للبائسين فانهم   موتى و نحسبهم من الأحياء

”ان بے چاروں پر رحم کھاؤ، یہ مرے ہوئے لوگ ہیں اور ہم ان کو زندوں میں شمار کرتے ہیں۔“

- جب میں بعض غریب ملکوں میں گیا تو مجھے وہاں کے باشندے ایسے ہی ملے، تحقیق اور غور و فکر کے بعد معلوم ہوا کہ استعمار نے ان پر اور ان ملکوں پر ایک طویل مدت تک حکومت کی ہے۔ استعمار نے ان میں ”توکل“ یعنی ایک دوسرے پر بھروسہ کی بیماری پیدا کی ہے اور ان کو حقیقت سے نکال کر صورت میں تبدیل کر دیا ہے، ان کی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ وہ کھائیں اور مال بڑھائیں، اس سے بھی آگے بڑھ کر اگر ان کو ظالم استعمار کسی کام کا مکلف کرتا ہے تو وہ اس کو اس مشین کی طرح انجام دیتے ہیں جو اپنے مقصد اور ہدف سے واقف نہیں رہتی بلکہ وہ آپریٹر کے چلانے کے مطابق چلتی ہے۔ اس بدترین طریقہ کار کے ذریعے استعمار ان کو سلانے میں کام یاب ہو گیا، وہ ان ملکوں پر قابض ہے، ان کے خزانوں کو لوٹ رہا ہے، ان کی پیداوار کو اینٹھ رہا ہے، ان کی عقلوں کو معطل کر رہا ہے اور ان کے طریقہ زندگی کو منجمد کر رہا ہے۔ یہ لوگ جو استعمار چاہتا ہے پہنتے ہیں، اس کے

راستہ پر چلتے ہیں اور ان ہی کے فراہم کردہ اقدار و قیم کی تعریف کرتے ہیں کہ استعمار ہی کی بہ دولت یہ سب کچھ ہمارے لیے مسخر ہیں اور ان کی زندگی کے کام آسان ہو گئے ہیں۔

جب میں بعض ملکوں کے پناہ گزین کیمپوں میں گیا تو میں نے وہاں کیا دیکھا؟

میں نے پناہ گزینوں کو اپنے کیمپوں اور خیموں میں موت کا انتظار کرتے دیکھا، میں نے ان کو ہم وار سرزمین پر بے کار پڑے ہوئے دیکھا، نہر نیل ان سے قریب ہی ہے، میں نے اپنے دل میں کہا: اگر یہ لوگ ذرا بھی حرکت کریں اور اپنی تمام جہالت اور وسائل کی کمی کے باوجود نہر نیل سے تھوڑا سا پانی نکال کر اس زمین پر ڈال دیں جس کی مسافت دس میٹر مربع سے بھی زیادہ نہیں ہے اور کچھ اگانے کی کوشش کریں تو یہ لوگ بھوک سے نہیں مریں گے، اگر حکومت ہی ان لوگوں کو کیمپوں میں بے کار بٹھا کر دوسری قوموں سے ان کے نام پر بھیک مانگنے کے بہ جائے اناج اور پیداوار کی طرف ان کی رہ نمائی کرے تو یہ زمین میں کچھ نہ کچھ اگا کر کھا سکتے ہیں۔ اگر ان لوگوں میں اسلامی شعور و احساس ہوتا تو یوں بے کار بیٹھ کر موت کے انتظار پر راضی نہیں ہوتے۔ کاش وہ ان ہی جیسے ایک صحابی کو نبی کریم ﷺ کی طرف سے دی گئی رہ نمائی کو یاد کرتے:

> ''اگر تم میں سے کوئی رسیاں لے اور پہاڑ پر جا کر لکڑیاں چنے، یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے، لوگ اس کو دیں یا منع کریں۔''

اور وہ خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سمجھتے، آپ نے فرمایا:

> ''میں کسی آدمی کو دیکھتا ہوں تو مجھے پسند آتا ہے لیکن جب مجھے بتایا جاتا ہے کہ وہ کوئی کام نہیں کرتا تو وہ میری نگاہوں سے گر جاتا ہے۔''

- رقبہ اور آبادی کے اعتبار سے بعض چھوٹے یورپی ملکوں نے اپنے باشندوں کی بلند ہمتی کی وجہ سے وسائل کی کمی کے باوجود اناج و پیداوار اور نت نئی چیزوں کے ایجاد میں کام یابی حاصل کی ہے۔ انھوں نے اپنی سرزمین میں غلہ اگایا، جب زمین تنگ ہو گئی تو انھوں نے سمندروں کو پاٹ کر کھیتی کی اور دوسرے ملکوں کو درآمد کیا۔ انھوں نے صنعتیں اور ہتھیار بنائے اور عالمی بازاروں میں دوسروں کا مقابلہ کیا۔

کیا کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ انھوں نے اپنا وقت ضائع کیا اور اپنی زندگی بے کار گزار دی؟

یا انھوں نے اپنی تجارت اور کاموں کا احترام کیا، اپنے اوقات کا احترام کیا تو وہ چھا گئے اور انھوں نے ترقی کی! ترقی تہذیبی اور ثقافتی خواہش کا نام ہے، جو اس خواہش اور ارادہ کا مالک ہوتا ہے وہ ترقی کرتا ہے۔ استعمار کسی ایسے علاقہ پر قبضہ کر ہی نہیں سکتا جہاں کے باشندے اس کو قبول نہ کرتے ہوں، اس کی بہت سی مثالیں ہیں، کتنی ہی بڑی حکومتیں ہیں جنھوں نے چھوٹے ملکوں پر قبضہ کیا، لیکن جب وہاں کے باشندوں نے ان حکومتوں کو ٹھکرا دیا تو وہ اپنا قبضہ باقی نہیں رکھ سکے اور راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔

کوئی بھی قوم دوسری قوم کو پستی اور تخلف کے غار میں دھکیل نہیں سکتی چاہے، وہ اس کا بائیکاٹ کرے اور اپنی مصنوعات وہاں درآمد کرنا یا وہاں کی مصنوعات اپنے یہاں برآمد کرنا بند ہی کیوں نہ کرے، کیوں کہ قوم کا جذبہ ہر بائیکاٹ کا بدل ہوتا ہے۔

ظالم حکومت، بدترین منصوبے اور پروگرام، درآمد مناہج تعلیم، نوجوانوں کا قتل وخون، لوگوں کی جلاوطنی اور اس کے علاوہ ذہن میں آنے والی ہر قسم کی ظلم و زیادتی اور جور و ستم کسی بھی قوم کو تباہ و برباد نہیں کر سکتی یا پستی و زوال کے قافلہ میں شامل نہیں کر سکتی اگر وہ قوم خود اپنے اس انجام پر راضی نہ ہو۔ جو فلسطین میں ہو رہا ہے اس کی بہترین مثال ہے۔

- مکہ میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی، مادی وسائل مفقود تھے، ان کا محاصرہ کیا جا رہا تھا، ہر طرف سے دھتکارا جا رہا تھا، سزائیں دی جا رہی تھیں یہاں تک کہ موت کے گھاٹ بھی اتارا جا رہا تھا۔ ان کے خلاف پروپیگنڈا کیا جا رہا تھا، اخیر میں ان کو گھروں سے بے گھر کیا جاتا ہے اور ان کے مال و دولت پر قبضہ کیا جاتا ہے۔ ان سب کے باوجود مسلمان اپنی حکومت قائم کرنے اور اپنے دشمنوں بلکہ انسانیت و زندگی کے دشمنوں پر غالب آنے میں کام یاب ہو جاتے ہیں، ان کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی۔ یہ حکومت اس وقت دنیا کی تمام حکومتوں کے لیے اعلیٰ نمونہ تھی، ان کے پاس تبدیلی اور ترقی کا ارادہ اور جذبہ تاریکی و پستی کے ارادہ سے کئی گنا زیادہ طاقت ور تھا۔

کیا کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ چند سو مسلمانوں نے اپنا وقت برباد کر کے اور خوابوں کی دنیا سجا کر اتنی بڑی بڑی فتوحات رقم کی یا انھوں نے اپنی عمروں کا سیکنڈوں میں حساب رکھا تھا اور

ہر سیکنڈ کو اس کا مقام عطا کیا تھا اور وہ رحمٰن آقا کا یہ قول دہرا رہے تھے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ (آل عمران:۱۹۰)

"آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور دن رات کے آنے جانے میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

دن رات کا آنا جانا ہی زمانہ ہے، اور عقل مند وہ مسلمان ہیں جو اپنے اپنے معاشرہ اور پوری انسانیت کے مفاد کے لیے اس زمانہ کا استعمال کرتے ہیں۔

- وہ مسلمان جن پر تاتاریوں نے حملہ کیا عظیم قوت کے مالک تھے۔ ان کی بہت بڑی حکومت تھی، ان کے پاس بہت بڑا لشکر، وسیع سرزمین اور بے انتہا وسائل تھے۔ کیا یہ مسلمان پہلی قسم کے تھے یا معاملہ دوسرا تھا؟

نام یکساں ہیں، لیکن ارادے مختلف ہیں، وہاں مسلمان وقت اور اس کے اصولوں کو منضبط کرتے ہوئے تبدیلی کے ارادہ کے مالک تھے، اور آج وہ لوگوں کا ایک ایسا گروہ ہے جنھوں نے اپنے ارادوں کو کھو دیا ہے۔ ان کے نزدیک رات اور دن یکساں ہیں، جب ان پر تاتاریوں نے اچانک حملہ کیا تو ان کی بات بچوں کی باتوں سے زیادہ اہم نہیں تھی، انھوں نے کہا کہ کیا کوئی مسلمانوں پر حملہ کرسکتا ہے؟

مہذب و تعلیم یافتہ انسان جو اپنے نفس اور اپنے وقت کی قدر و قیمت جانتا ہے وہ حیرت انگیز کارنامے انجام دیتا ہے اور زمانہ کو اپنی مٹھی میں کرتا ہے۔ جاپان تھوڑی ہی مدت میں اپنی گوشہ نشینی اور گم نامی سے نکل کر سب سے زیادہ ترقی یافتہ صنعتی ملک بن جاتا ہے، وہ بیداری کا راستہ صرف دس سالوں میں طے کرتا ہے، اس سے زیادہ نہیں، جب کہ اسی راستہ پر یورپ ایک صدی سے چلتا آرہا ہے۔ کیا کوئی اس بات کی توقع کرسکتا ہے کہ جاپان کے لوگ سو رہے تھے اور خواب خرگوش میں مدہوش تھے یا انھوں نے دن رات محنت کی اور اپنی عمر کے ہر منٹ سے استفادہ کیا، جس کے نتیجہ میں انھوں نے اپنے ملک کو آباد کیا اور اپنی قوموں کی شان بڑھائی؟ اگر جاپان والے یہ کرسکتے ہیں تو کیا مسلمان نہیں کرسکتے؟ حالاں کہ مسلمان تمام اسباب و وسائل کے مالک ہیں،

ان کے پاس سرسبز و شاداب زمین ہے، تعداد بھی زیادہ ہے، بے انتہا دولت ہے، تہذیبی و ثقافتی تجربہ بھی ہے، تجربات کا ذخیرہ ہے اور سب سے بڑھ کر ربانی طریقہ کار بھی ہے:

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۝ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝ (الملک:۱،۲)

"وہ ذات بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، جس نے موت و حیات کو پیدا کیا ہے تا کہ تم کو آزمائے کہ تم میں کون نیک عمل کرتا ہے۔ وہ بڑا زبردست اور بڑا مغفرت کرنے والا ہے۔"

ہم اپنے اوقات کو کیسے کار آمد بنائیں؟

جو طالب علم پڑھائی میں کوتاہی کرتا ہے اور اپنا وقت ضائع کرتا ہے اس کو اپنے کام کا نتیجہ امتحان کے وقت معلوم ہوتا ہے۔ جو مزدور اپنا وقت بے کار ضائع کرتا ہے اس کو مہینے کے اخیر میں اپنے اور اپنے اہل و عیال کے سد رمق کے لیے بھی کچھ نہیں ملتا، اور جو قوم اپنے اوقات برباد کردیتی ہے اس کا شمار انتہائی پس ماندہ قوموں میں ہوتا ہے۔

ہم اپنی قوم کے تمام طبقات کا جائزہ لیں کہ وہ اپنا وقت کیسے کار آمد بنا رہے ہیں؟

- کسان جو چائے خانوں میں اپنا وقت گزارتا ہے حالاں کہ اس کے پاس زرخیز زمین ہے، اگر حکومت اس کے ضمیر کو مزید تعمیر و ترقی اور پیداوار کو بڑھانے کے لیے نہیں للکارے گی تو ہمارا علاقہ جو خیر و برکات کا سرچشمہ ہے دوسروں سے اپنی غذا درآمد کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔
- مزدور جو اپنی زندگی کھوکھلے سیاسی مظاہروں میں کاموں کی آزادی اور مزدوروں کے حقوق کا مطالبہ کرتے ہوئے گزارتے ہیں، اگر ان کے مطالبات پورے نہیں ہوں گے تو فیکٹریاں ویران ہو جائیں گی اور مزدور بے کار ہو جائیں گے۔
- فیکٹریوں پر ایک نظر کی جائے، یہ وہی فیکٹریاں ہیں جو ان ملکوں میں بھی چلتی ہیں۔

جہاں سے ہم نے ان کو درآمد کیا ہے، لیکن وہاں پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہے اور ہر روز ترقی ہو رہی ہے اور یہاں یہی مشین جامد ہو جاتی ہیں پھر رک جاتی ہیں جس کے نتیجہ میں دوسروں کی چیزوں کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔

- فوج پر ایک نظر دوڑائی جائے جس کے لیے قوم اپنی ہر چیز قربان کرتی ہے، اس کے لیے ہتھیار خریدتی ہے اور اس کو مختلف رعایتیں دی جاتی ہیں، اس کے باوجود وہ عورتوں کے ساتھ رہنے پر خوش ہے، اس نے نہ کوئی ملک آزاد کیا ہے اور نہ کسی کی آبرو بچائی ہے بلکہ اس کو قوم اور ملک کے باشندوں کا صفایا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے:

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○ (الزخرف:۵۴)

''اس نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا اور انھوں نے اس کی اطاعت کی، وہ فاسق لوگ تھے۔''

- یہاں تک کہ حکومت جو اپنی قوموں پر ظلم و زیادتی کرنے اور اپنے باشندوں پر غالب آنے کی عادی ہیں، وہ حکومت تک کیسے پہنچ گئی، انھوں نے نوجوانوں کو انتاج اور پیداوار کے راستہ سے ہٹا کر اپنی ہی قوم کے لوگوں کی جاسوسی کرنے اور جھوٹی رپورٹیں تیار کرنے پر لگا دیا۔ ان جیسے لوگوں کا دوسری قوموں کے ساتھ کیا مقابلہ ہو سکتا ہے جنھوں نے وقت کا احترام کیا، اس کی قدر و قیمت پہچانی اور اس کو تعمیری کام، تعمیر اور ترقی کے ارادوں میں تبدیل کر دیا؟ ان کا امت اسلامیہ کے ان فرزندوں کے ساتھ کیا واسطہ ہے جن کو بہترین امت کا لقب دے کر لوگوں کی نفع رسانی کے لیے نکالا گیا تھا؟

ہمارا اپنی دینی تعلیمات کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اللہ رب العزت نے فجر کے وقت کی، چاشت کے وقت کی، سورج کی، عصر کے وقت کی، رات کی اور دن کی قسم کھائی ہے، آخر کیوں؟ مسلمانوں اور اسلامی معاشرہ میں وقت کی اہمیت پر دلالت کرنے کے لیے ہی قسم کھائی ہے۔

مغربی محققین نے سیکڑوں علمی مقالات لکھے ہیں اور سیکڑوں ٹریننگ کورسز جاری کیے ہیں جن میں مال اور انسان کی طرح دولت کے عناصر میں سے اہم عنصر کے طور پر وقت کو منظم کرنے کی دعوت دی گئی ہے، ان تحقیقات اور افکار کی بڑی اہمیت ہے جو اس کی دعوت دے رہے ہیں، پیداوار کی زیادتی اور اداروں کی کام یابی میں اور اس کے نتیجہ میں مادی اور تکنیکی میدان میں

قوموں کی ترقی میں اس کا بنیادی کردار اور رول ہے۔ مسلمان ان تمام اسباب اور ان کے علاوہ دوسرے اہم اور بڑے اسباب کی بنیاد پر وقت پر توجہ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ج وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ○ وَ اٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ط وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط (ابراہیم:۳۳،۳۴)

''سورج اور چاند کو ایک دستور پر برابر تمھارے کام میں لگا دیا اور تم کو تمھاری مانگی ہوئی ہر چیز عطا کی، اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کر پاؤ گے۔''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ○ (الفرقان:۶۲)

''اسی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین بنایا۔ ہر اس شخص کے لیے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر ادا کرنا چاہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''انسان کے قدم قیامت کے دن اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ اس کی عمر کے بارے میں کہ اس کو کہاں لگایا، اس کی جوانی کے بارے میں کہ کہاں صرف کیا، اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا۔''

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

''پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جانو۔ موت سے پہلے زندگی کو، بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، فقر سے پہلے بے نیازی کو، بیماری سے پہلے صحت کو اور مشغولیت سے پہلے فراغت کو۔''

فراغت ایک نعمت ہے جس سے اکثر لوگ غفلت برتتے ہیں، وہ اس کا شکر بجا نہیں لاتے اور اس کی کما حقہ قدر نہیں کرتے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی نعمتوں میں سے دو نعمتیں ایسی ہیں جس کی بہت سے لوگ قدر نہیں کرتے، صحت اور فراغت۔'' (بخاری)

کاموں سے اوقات کا فارغ رہنا بہت بڑی نعمت ہے، جب بندہ اس نعمت کی ناشکری کرتا ہے تو اپنے اوپر خواہشات کے دروازے کھول دیتا ہے اور شہوتوں کو پورا کرنے کے پیچھے لگ جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں اللہ اس کو پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کے اطمینان قلب کو چھین لیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جنت والے کسی چیز پر حسرت نہیں کریں گے، صرف اس وقت پر حسرت کریں گے جو اللہ کے ذکر کے بغیر گزرا ہو۔''

ذکر سے مراد یہاں وہ کلمہ ہے جس میں زبان سے اللہ کی تعظیم بیان کی گئی ہو، اس کے ساتھ وہ انتاج بھی ہے جس سے امت کو سعادت نصیب ہوتی ہو اور اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہو۔

دقات قلب المرء قائلة له ان الحياة دقائق و ثوان

''آدمی کی دل کی دھڑکنیں اس سے کہتی ہیں کہ زندگی منٹوں اور سیکنڈوں کا نام ہے۔''

اسلام کی نظر میں وقت ہر وہ چیز ہے جو زندگی میں پائی جاتی ہے اور مسلمان سے قیامت کے دن صرف اس کی عبادت اور ذکر کے بارے میں ہی پوچھا نہیں جائے گا بلکہ اس کی عمر کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔ اور عمر متعین لمحوں کا نام ہے کہ اس نے اپنی عمر اپنے مفاد، بندوں اور ملک کے مفاد میں صرف کیا یا اس کو بے فائدہ چیزوں میں ضائع کر دیا؟ اس کی جوانی (طاقت اور کچھ دینے کی صلاحیت کی نشانی) کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس کو کیسے استعمال کیا، اس کو صرف حسی لطف اندوزیوں اور خواہشات کی تکمیل میں صرف کیا یا خاندان اور نیک معاشرہ کی تعمیر میں لگایا؟ اس سے مال کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس کو حاصل کیسے کیا اور خرچ کیسے؟ اس کی زندگی کے ہر لحظہ کا حساب لیا جائے گا کہ اس کو اس کے صحیح دائرہ میں استعمال کیا یا اس کو بے جا خرچ کر دیا، اس کو تعمیر و ترقی میں استعمال کیا یا اس کے ذریعے شیطان کی خدمت کی۔

ہم اس امت کے سلف صالحین کی باتیں سنیں اور غور کریں کہ وہ وقت کو کتنا قیمتی سمجھتے تھے۔

- حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جس کا آج کا دن کل کے دن کی طرح ہی ہو تو وہ ناشکرا ہے اور جس کا آج کا دن کل سے بدتر ہو تو وہ ملعون ہے۔''
- انھوں نے ہی فرمایا: ''جس نے اپنی عمر کا کوئی دن اس کا حق ادا کیے بغیر گزار دیا یا کوئی فرض ادا نہیں کیا یا عزت کا کوئی کام نہیں کیا یا قابل تعریف کوئی عمل نہیں کیا یا کسی خیر کی بنیاد نہیں ڈالی یا کوئی علم حاصل نہیں کیا تو اس نے اس دن کا حق ادا نہیں کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا۔''
- عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''دن اور رات تم میں کام کرتے ہیں، تم بھی ان میں کام کرو۔''
- ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں اس دن پر ندامت کرنے کی طرح کسی چیز پر ندامت نہیں کرتا جس دن کا سورج غروب ہو چکا ہو، اس میں میری عمر کم ہو گئی ہو اور میرے عمل میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہو۔''

کوئی یہ گمان نہ کرے کہ اس امت کے سلف صالحین صرف نماز، روزے اور ذکر میں مشغول رہتے تھے، ایسا ہرگز نہیں، وہ تمام میدانوں کے شہسوار تھے۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو وصیت کرتے تھے کہ تم کوئی کام کیا کرو تو اتقان اور پختگی کے ساتھ کرو، ان کے کام قربت اور ثواب کا ذریعہ تھے، اور ہر قربت عبادت ہے، اسی وجہ سے انھوں نے سیادت و قیادت کی، ملکوں کو آباد کیا، عمارتیں تعمیر کی اور خراج تحسین حاصل کیا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بے کاری و تعطل اور بے کار وقت گزاری کو ناپسند کرتے تھے، آپ کا قول ہے: ''مجھے ناپسند ہے کہ میں تم کو بے کار اور فارغ دیکھوں، نہ دنیا کا کوئی کام کرو اور نہ آخرت کا کوئی کام[1]۔''

یہ ان کی صرف باتیں اور وصیتیں نہیں تھیں بلکہ یہ ان کا ترقی یافتہ عمل اور سلوک تھا، وہ صحت کو مرض سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانتے تھے، وہ وقت کی قیمت جانتے تھے اور اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

(۱) قيمة الزمان عند العلماء، عبدالفتاح ابو العدة ص: ٦١

انسانی علوم فزکس، کیمیا، ریاضیات، الجبرا، مثلثات، افلاک، جغرافیہ، تاریخ، طب اور میڈیسن کے میدانوں میں مسلمانوں کے کارناموں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں نے اپنے وقت کی قیمت کیسے پہچانی تھی، وہ اپنے زمانہ پر کیسے سبقت لے جاتے تھے، اسی کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے دنیا والوں کے لیے وہ علمی خزانہ چھوڑا ہے، جو انسانوں کی علمی ترقی کی بنیاد ہے۔

- ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد قاضی ابراہیم بن جراح فرماتے ہیں کہ میں ابو یوسف کی عیادت کے لیے گیا، وہ بے ہوش تھے، جب وہ ہوش میں آئے تو انھوں نے دریافت کیا: تم اس مسئلہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس حالت میں بھی؟ انھوں نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، ہم تبادلہ خیال کریں، شاید اس سے کسی کو نجات مل جائے۔
- امام ابن جریر طبری مفسرین، محدثین اور مؤرخین کے امام گزرے ہیں، آپؒ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ وقت سے استفادہ کرنے اور اس کو حصول علم، تدریس اور تصنیف و تالیف کے کاموں میں مشغول رکھنے میں ان کی یہ حالت تھی کہ ان کی تصنیفات کی تعداد اس حد تک پہنچ گئی کہ تعجب ہوتا ہے اور ان کی تمام کتابیں اپنے موضوع و فن میں بہترین اور پختہ ہیں۔ امام ابن جریر کی تصنیف کردہ مجموعی صفحات کی تعداد تین لاکھ ۵۹ ہزار تھی، اگر انھوں نے اپنے وقت سے فائدہ اٹھایا نہیں ہوتا اور اس کو مشغول رکھنے کے فن سے واقف نہیں ہوتے تو یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔[۱]
- امام ابو الفرج ابن جوزی فرماتے ہیں: ''انسان کے لیے ضروری ہے کہ اپنے زمانہ کا احترام کرے اور اپنے وقت کی قیمت پہچانے، کوئی وقت ثواب کے کاموں کے علاوہ میں ضائع نہ کرے، اس میں افضل سے افضل بات یا عمل اگلی زندگی کے لیے پیش کرے۔ میں نے عام طور پر لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ عجیب و غریب انداز میں وقت گزارتے ہیں، اگر رات طویل ہوتی ہے تو بے فائدہ باتوں میں یا ایسی کتاب کے مطالعہ میں جس میں عشق و محبت کی باتیں ہوتی ہیں، اگر دن طویل ہو جائے تو سو کر گزار دیتے ہیں، میں نے بہت کم لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے وجود کے مقصد اور مطلب کو جانتے ہیں، وہ توشہ اور

(۱) قیمة الزمان عند العلماء، عبد الفتاح ابو الغدة ص:۱۷ تا ۱۹

سفر کی تیاری کرتے ہیں، عمر کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، وقت کے چلے جانے سے پہلے جلدی کرو، جلدی کرو اور زمانہ کے ساتھ مقابلہ کرو۔[۱]''

- ڈاکٹر یوسف القرضاوی وقت کے ضیاع پر نوٹ چڑھاتے ہوئے کہتے ہیں: ''جو اپنا وقت برباد کرتا ہے وہ خود اپنا قتل کرتا ہے۔ یہ سلو پوائزن خودکشی ہے، جس کا ارتکاب وہ لوگوں کے سامنے کرتا ہے لیکن اس کو کوئی سزا نہیں دیتا۔[۲]''
- ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وقت کا ضیاع موت سے زیادہ سخت ہے کیوں کہ وقت کا ضیاع تم کو اللہ اور اخروی زندگی سے دور کرتا ہے اور موت تم کو دنیا اور دنیا والوں سے دور کرتی ہے۔''

اس طرح کی بے مثال امت کا ایک فرد ہونے کے باوجود، ان ربانی تعلیمات اور رہنمائیوں، عظیم کارناموں اور بیش قیمت قیادتی نمونوں کے ہوتے ہوئے کیا کسی مسلمان کے لیے یہ صحیح ہے کہ وہ دوسرے پر بوجھ بنا رہے، کوئی منصوبہ ترتیب نہ دے، کوئی متعین کام نہ کرے، اس کا ایمان غیبی بھروسا اور تقدیر کی کاہلی میں تبدیل ہو جائے، وہ ہر چیز کو مشیت الٰہی سے تعبیر کرے، جب کہ مشیت سے مراد مثبت کام کرنے والا متحرک انسان ہے۔

ترقی یافتہ قومیں دوسرے الفاظ میں بیدار قومیں پانچ نکاتی یا دس نکاتی منصوبے بناتی ہیں، حال اور مستقبل کو زمانہ سے مربوط کرتی ہیں پھر اسی بنیاد پر اپنا محاسبہ کرتی ہے اور دوسری قومیں بھی اس کا محاسبہ کرتی ہیں۔ اگر آپ ایک سال میں کسی زمین کو ہموار کرنا، پل بنانا، فیکٹری تیار کرنا، مدرسہ تعمیر کرنا اور جیل کو مجرموں سے خالی کرنا چاہتے ہیں تو دو سال تک اس کام کا طول دینا صحیح نہیں ہے۔

اللہ کے ساتھ ہماری ملاقات کا وقت متعین ہے، ہم دن میں پانچ مرتبہ وقت مقررہ پر اس کے حضور نماز میں کھڑے ہوتے ہیں، من جملہ دوسری چیزوں کے ہم کو اس سے یہ بھی رہنمائی ملتی ہے کہ وقت کی حفاظت کی جائے اور دوسرے کے ساتھ کیے گئے وعدوں اور دوسروں کو دیے گئے وقت کا خیال رکھا جائے۔ کیا یہ صحیح ہے کہ مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ یا دو گھنٹہ تاخیر سے پہنچا

(۱) قیمة الزمان عند العلماء، عبد الفتاح ابو الغدة ص: ۲۷، ۲۸
(۲) الوقت فی الحیاة المسلم، الدکتور یوسف القرضاوی ص:۱۱

جائے، کیا تم نے اس وقت کی تمھارے نزدیک اور تمھارا انتظار کرنے والے دوسرے افراد کے نزدیک مادی قیمت کا اندازہ لگایا ہے؟ پھر کیا تم نے اس کی معنوی قدر و قیمت اور اس کی وجہ سے ہونے والے نفسیاتی اکتاہٹ، عدم سنجیدگی اور وقت کے ضیاع کا تصور کیا ہے؟

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ فہم و ادراک رکھنے والے سرخیل گروہ کے لیے جو اپنے کندھوں پر بہترین تبدیلی کی ذمہ داری ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے کاموں میں کام یاب ہو جائے گا جب کہ وہی لوگوں میں سب سے زیادہ وقت برباد کرتے ہیں اور اس بات کے سب سے زیادہ حریص ہیں کہ اس سلسلہ میں ان سے کوئی سوال نہ کیا جائے؟

زمانہ گزرتا ہے کسی کا انتظار نہیں کرتا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا۝

(النازعات:۴۶)

’’جس دن اس کو دیکھیں گے ایسا لگے گا کہ وہ دنیا میں صرف ایک شام یا صبح رکے تھے۔‘‘

انگریزی میں ایک ضرب المثل ہے: مدو جزر کسی کا انتظار نہیں کرتا۔

اگر تم زمانہ کو حقیقت اور اوقات کے اعتبار سے منقسم منصوبہ میں تبدیل نہیں کر سکتے تو وہ تم سے فرار ہو جائے گا اور ہاتھوں سے نکل جائے گا۔

والمرء يفرح بالأيام يقطعها   و كل يوم مضى يدني من الأجل

’’آدمی گزرے ہوئے دنوں پر خوش ہوتا ہے حالاں کہ ہر گزرنے والا دن اس کو موت سے قریب کرتا ہے۔‘‘

زمانہ چلا جاتا ہے واپس نہیں آتا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ

(الروم:۵۵)

’’جس دن قیامت آجائے گی، مجرم قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ ایک گھڑی سے زیادہ (دنیا میں) نہیں رہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے:

حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ۝ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ

(المومنون:۹۹،۱۰۰)

’’یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے: اے میرے پروردگار! مجھے دنیا میں واپس کر دے تاکہ میں پچھلی زندگی میں چھوڑے ہوئے نیک اعمال کروں، (اللہ کی طرف سے جواب ملے گا) ہرگز نہیں۔‘‘

اس معنی کو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بلیغ بات میں اس طرح ادا کیا ہے:

’’ہر دن جس دن فجر کی پو پھٹتی ہے ایک ندا لگانے والا ندا لگاتا ہے: اے ابن آدم! میں نئی مخلوق ہوں، تیرے کاموں پر گواہ ہوں، اس لیے مجھ سے فائدہ اٹھا کیوں کہ جب میں چلی جاؤں گی تو قیامت تک واپس نہیں آؤں گی۔‘‘

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہی کا قول ہے: ’’اے ابن آدم! تو چند دنوں کا مجموعہ ہے، جب کوئی دن گزرتا ہے تو تیرے جسم کا ایک حصہ ختم ہو جاتا ہے، جب ایک حصہ ختم ہو سکتا ہے تو قریب ہے کہ پورا جسم ہی ختم ہو جائے۔‘‘

وقت تیر کے مانند ہے جب تیر اپنی کمان سے نکل جاتا ہے تو دوبارہ اس میں واپس نہیں ہوتا۔

وقت قیمتی اور نفیس چیز ہے

ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ قیمتی وسائل چاہے مال ہو یا دولت ان کی حفاظت پر پوری توجہ دیتے ہیں، یہاں تک کہ انسانی صلاحیتوں پر بھی آج ایک اہم عنصر کے طور پر توجہ دی جا رہی ہے اور تدریبی پروگراموں اور انسانی روابط کے ذریعہ ان کو ترقی دی جا رہی ہے، لیکن بہت کم لوگ ایسے ہیں جو وقت کو ایک ذریعہ سمجھتے ہوئے اس کو بھی ویسی ہی اہمیت دیتے ہیں، اس کا ایک مرتبہ

ضیاع کا مطلب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ضیاع ہے۔ دولت ضائع ہوتی ہے لیکن اس کا بدل ممکن ہے، مال تجارت ضائع ہوتا ہے لیکن فیکٹریاں دوبارہ اس کو تیار کرتی ہیں، صرف وقت ایسی چیز ہے جو چلا جاتا ہے تو واپس نہیں آتا، ختم ہو جاتا ہے تو اس کا انتظار بے کار ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو اپنے اوقات کے اس سے زیادہ حریص رہتے ہیں جتنے تم درہم اور دینار کے ہو۔''

وقت خوش بختی یا بدبختی کا ذریعہ ہے

جب مسلمان وقت کا صحیح استعمال کرتا ہے اور اللہ کی رضا اور اپنے بھائیوں کی خدمت میں اس کو صرف کرتا ہے تو دنیا میں خوش رہتا ہے اور آخرت میں کامیاب، اگر وہ اپنا وقت ضائع کرتا ہے تو اپنی عمر ضائع کرتا ہے اور اپنی آخرت برباد کرتا ہے۔

- ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''انسان کا وقت حقیقتاً اس کی عمر ہے، وہ ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کی ابدی زندگی کا مادہ (اجزاء ترکیبی) ہے یا دردناک عذاب کی بدترین زندگی کا مادہ (اجزائے ترکیبی) ہے۔''
- ان ہی کا قول ہے: ''زمانہ غیر جانب دار کھڑا نہیں رہتا بلکہ وہ تمھارا بہت ہی چاہنے والا دوست ہوگا یا سخت دشمن۔''
- حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے حجاج کی ایک بات نے بیدار کیا، میں نے اس کو اسی منبر پر ٹیک لگائے کہتے سنا: ''جب آدمی کی عمر کا ایک لمحہ بھی اس کے مقصد حیات کے علاوہ دوسرے کام میں صرف ہوتا ہے تو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ قیامت کے دن اس لمحہ پر بہت زیادہ حسرت کرے۔''

وقت کی منصوبہ بندی

اسلام میں وقت کی جو اہمیت ہے اور ہمارے اسلاف نے اس کو استعمال کرنے کی اہمیت کا ادراک کیا ہے تو پھر آج ہم مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں ہم سب سے زیادہ وقت کو ضائع اور اپنی عمروں کو برباد کرنے والے ہیں؟

الوقت أنفس ما عنيت بحفظه   أراه أسهل ما عليك يضيع

''وقت ان چیزوں میں سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری دی گئی ہے اور اس کو ضائع کرنا سب سے زیادہ آسان ہے۔''

مشکل اور مرض کی تشخیص کے متعلق ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ ''دل کو ضائع کرنا اور وقت کو ضائع کرنا ہے۔'' اور ''اس کا علاج دو چیزوں پر ایک ساتھ توجہ دینے سے ہوتا ہے، انسان کی زندگی کی منصوبہ بندی اور اس کے وقت کی منصوبہ بندی، وقت سب سے زیادہ نادر الوجود ذریعہ آمدنی ہے، اگر اس کا صحیح انتظام نہ کیا جائے تو کسی بھی دوسری چیز کا انتظام ہو ہی نہیں سکتا۔''(۱)

بالکل اسی طرح جس طرح کمپنیاں ہر سال اپنا بجٹ بناتی ہیں، اس میں نقصان اور نفع کا اندازہ لگاتی ہیں اور پیداوار کی مقدار اور نوعیت (کوالٹی) متعین کرتی ہیں۔ اسی طرح سنجیدہ افراد اور اسلامی جماعتوں، طلباء تنظیموں اور سیاسی پارٹیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ وقت کی منصوبہ بندی کریں! اور اس کا بھی خاص بجٹ بنائیں، مثلاً وہ اس سال کیا کریں گے اور کیسے کریں گے، آئندہ سال کے لیے کیا منصوبہ ہے اور اس کو نافذ کرنے کے وسائل اور عناصر کیا ہوں گے؟

(۱) اساسیات ادارۃ الوقت، روی الیکسانڈر

پھر جائزہ لیا جائے۔ کسی ایسے کام کی کوئی قیمت نہیں ہوتی جس کا منصوبہ زمانہ کے ساتھ مربوط نہ ہو، بلکہ اس منصوبہ کی کوئی قیمت ہی نہیں ہے جس کی بنیاد پر جائزہ نہ لیا جائے، البتہ ہر کوشش کرنے والے کو اس کا اجر ملتا ہے۔

وقت کی اہمیت مال سے زیادہ ہے، اس کی منصوبہ بندی پر سب سے زیادہ توجہ دینا ضروری ہے۔ سب سے پہلے ہم سالانہ منصوبہ ترتیب دیں جو ان اہم مسائل پر مشتمل ہو جن کی تکمیل ضروری ہے، پھر ہم اس سے زیادہ تفصیلی منصوبہ ترتیب دیں، اس میں پورے سال کے کاموں کو تقسیم کیا جائے، ہم ایک ہفتہ سے دوسرے ہفتہ میں، پہلے ہفتہ کے منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے اور اس مدت میں انجام دینا ضروری کاموں کو پورا کرنے سے پہلے داخل نہ ہوں۔

اس طرح کے منصوبے اور اس طرح کے یومیہ اور ہفتہ واری پروگرام کا التزام ہر کام یاب انسان، ہر سنجیدہ مفکر، ہر جماعت اور ترقی کا ارادہ رکھنے والی ہر قوم کرتی ہے۔

منصوبہ بندی اور زمانہ

میری ملاقات ایک مفکر سے ہوئی جو مسلمان تھا، اس نے ہمارے سامنے کاموں کا بہترین خاکہ پیش کیا، ہر معاملے کا صحیح اندازہ لگایا، ہر چیز کو اس کا مقام دیا، پروگرام اور طریقہ کار کے بارے میں گفتگو کی، اس کے نظریاتی اور عملی وتطبیقی پہلو کو ملحوظ رکھا، اداروں کا تذکرہ کیا، اس کی آزادی، خصوصیات اور سرگرمیوں کو بیان کیا، سیاسی، تربیتی اور فکری کمیٹیوں کے بارے میں بتایا، ذرائع ابلاغ کے بارے میں گفتگو کی، طلباء اور طلباء تنظیموں کا تذکرہ کیا، ہر چیز کے بارے میں بہترین انداز میں بتایا۔

چند سالوں بعد ہماری دوبارہ اسی مفکر سے ملاقات ہوئی، اس نے ہمارے سامنے وہی منصوبہ پیش کیا، اس کی تشریح کی اور اس میں اضافہ کیا، اس مفکر نے ہر چیز کر لی لیکن منصوبہ کے عناصر میں سے ایک اہم عنصر کو بھلا دیا اور وہ تھا زمانہ اور وقت، اسی وجہ سے اس کا منصوبہ کسی کام کا نہ رہا۔

ایک بڑے ڈیل والے، خوب صورت اور جاذب نظر آدمی کی کیا قیمت اگر وہ حرکت ہی نہ کرتا ہو اور دوسروں کو کوئی فائدہ ہی نہ پہنچاتا ہو؟ بڑے سایہ دار درخت کا کیا فائدہ اگر اس میں

پھل ہی نہ لگتے ہوں؟ گرمی کے پودوں کا کیا فائدہ اگر ان کو ہم سردی میں بوئیں، اور سردی کے پودوں کا کیا فائدہ اگر ہم گرمی میں بو کر اس کے بار آور ہونے کا انتظار کریں؟

اسی طرح اس منصوبہ بندی اور ترتیب کا کیا فائدہ جس کو ہم زمانہ کے ساتھ مربوط نہ کریں؟

محترم مفکر صاحب! ہر گز نہیں، منصوبہ بندی کی قیمت صرف بہترین افکار و نظریات سے اس کو مرصع کر کے کاغذ پر اتارنے سے نہیں ہوتی بلکہ اس کی قیمت ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والے متحرک اجزاء میں اس کو تبدیل کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ ان اجزا کے مجموعے سے مال تیار کرنے والی فیکٹری یا فائدہ مند منصوبہ یا ترقی کرنے والا ملک یا تہذیب و ثقافت کے میدان میں بلندی حاصل کرنے والا انسان پیدا ہوتا ہے، یہ سب کچھ اسی وقت ہوتا ہے جب منصوبہ زمانے کے ساتھ مربوط ہو۔

منصوبہ بندی: کام یابی کا راز

- جب کوئی انسان علوم اور اختصاصی علمی مواد کی جامع ممتاز یونی ورسٹی قائم کرنا چاہے تو سب سے پہلے ابتدائی تین سالوں میں پرائمری درجات قائم کرنے پڑیں گے۔ اس کے بعد اگلے تین سالوں میں سکینڈری پھر اس کے بعد یونی ورسٹی کی ابتدا ہوگی اور اگلے پانچ سالوں میں طلباء کی پہلی جماعت فارغ ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یونی ورسٹی کو قائم کرنے کا جو منصوبہ تم نے بنایا ہے اس کا تاسیسی مرحلہ ۱۱ سالوں پر محیط ہے۔

اگر تم نے پرائمری درجات شروع کر دیے اور اس کے بعد رک گئے یا تین سالوں کی مقررہ مدت بڑھ کر دس سال ہو گئی تو منصوبہ ناکام ہے اور تمھاری تمام کوششیں اور خرچ کیا ہوا مال ضائع ہے۔

- اگر تم نے طلبہ وطالبات کے ذریعہ امت کے حالات میں سدھار لانے کا منصوبہ بنایا ہے، تو سب سے پہلے چھوٹے بچوں پر توجہ دینا ضروری ہے، پھر اس کے بعد سکینڈری مرحلہ پر توجہ دی جائے کیوں کہ اس مرحلہ میں طالب علم/ طالبہ علم کی شخصیت تشکیل پاتی ہے، اس کے بعد یونی ورسٹی اور تدریسی عملہ کا نمبر آتا ہے۔

ہر مرحلے کے مقاصد متعین کیے جائیں، اور ہر مقصد کے لیے وسائل اور اس کے لیے درکار وقت متعین کیا جائے گا، لازمی مادی امکانات کا حصول، طالب علم اور مدرس کے لیے تربیتی پروگرام اور ہر مرحلے کے لیے عمل طلابی کی رہ نما کتابوں کی تیاری اور اپنے تجربات کو دوسرے علاقوں میں عام کرنے کا کام کیا جائے گا، اگر تھوڑی سی پختگی اور وسعت کے ساتھ ضمنی پروگرام پر مشتمل منصوبہ تیار ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ امت کی بیداری ممکن ہے، اگر منصوبہ پر عمل ہو جائے پھر وہ تعطل کا شکار ہو یا کام یابی کے عوامل واسباب مال، افراد یا زمانہ کسی ایک کے ساتھ بے پروائی برتی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے صرف صلاحیتیں ضائع ہوں گی۔

ہر اہم پروجیکٹ کو سنجیدہ ادارہ یا سنجیدہ کمیٹی اور بہت سے مواقع پر صرف ایک سنجیدہ فرد پایہ تکمیل تک پہنچاتا ہے، کتنے ہی ایسے پروجیکٹ اور منصوبے ہیں جس کو ایک فرد نے کام یابی سے ہم کنار کیا ہے۔ بیسوی صدی کی چھٹی دہائی میں اسلامی تحریکات بڑے ہی خطرناک دور سے گزر رہی تھیں، مصر میں ۱۹۵۴ء کو ظلم و زیادتی اور قتل و غارت گری شروع ہوئی، پھر ۱۹۶۵ء میں وہی حالات واپس آئے۔ دوسرے علاقوں میں بھی اسلامی تحریک اسی طرح کے سخت تجربات سے دو چار تھی، اس وقت ہر طرف سے یہ سوال اٹھ رہا تھا کہ ان حالات سے نکلنے کا کیا راستہ ہے؟

یہ سوال ہو رہا تھا، اس پر بہت کم لوگوں نے غور کیا، جو دور دراز مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے تھے، لیکن وہ ممتاز قائدانہ خصوصیتوں کے حامل تھے، جو عظیم کارناموں کو انجام دینے کے لیے ضروری ہوتی ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- ان کا مقصد اللہ کی رضا اور خوش نودی تھا، ہر فرد کا ایک مقصد ہوتا ہے، بعض کا مقصد مال ہوتا ہے، وہ مال کو ہر جائز و ناجائز طریقہ سے جمع کرنا چاہتے ہیں: تعس عبد الدینار والدرھم (درہم و دینار کا غلام ہلاک ہوگیا) بعض لوگوں کا مقصد شہوت پرستی ہوتا ہے، وہ ہر صحیح یا گھٹیا طریقے سے اس کو تلاش کرتے ہیں، بعض کا مقصد اپنی خواہش کی تکمیل ہوتا ہے (کیا تم نے اس شخص کو دیکھ لیا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ہے)۔ بعض لوگوں کا مقصد حصولِ جاہ ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ دوسروں پر تکبر کرتے ہیں (سب لوگ صبح نکلتے ہیں، ہر ایک اپنے نفس کو خریدتا ہے، یا تو وہ اس کو آزاد کرتا ہے یا ہلاک)۔

لیکن یہ لوگ جنھوں نے اس منصوبہ پر اچھی طرح غور و خوض کیا، ان کا مقصد صرف اللہ کی رضا ہے۔ ان کے لیے اعلیٰ نمونہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ ہیں، جب آپ کی قوم نے آپ کو مال، عزت، عورت اور ملک کے ذریعہ خریدنا چاہا تو آپ نے بلا تامل فرمایا:

"خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیں تاکہ میں یہ کام چھوڑ دوں تو میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب کر دے یا اس کی خاطر میری جان چلی جائے۔"

وہ اپنے نبی کے طریقے پر چل رہے ہیں، ان کی پکار یہ ہے: رسول ﷺ ہمارے لیے نمونہ ہیں، ان کا حکم اللہ رب العزت کا حکم ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (الانعام:۱۶۲)

"آپ کہہ دیجیے میری نماز، میری عبادت، میری زندگی اور میری موت (میرا سب کچھ) دونوں جہان کے پالنہار اللہ کے لیے ہے۔"

اور ان کا حکم اپنے نبی کی سنت ہے (جس کی خواہش میرے لائے ہوئے طریقہ کے تابع ہوگی وہ راہ راست پر ہوگا)۔

- وہ نیک فال لیتے ہیں، نیک فال لینا انسانی موقف ہے، جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو اس کے ذریعے انسان اپنے آپ کو اور دوسروں کو بھی بچاتا ہے، کسی قوم کے پاس بھلائی کا جذبہ پایا جاتا تو اس کو ترقی دیتا ہے، اس کو برائی نظر آتی ہے تو اس کا علاج کرتا ہے اور اس کو اکھاڑ کر اس کی جگہ بھلائی کو بو دیتا ہے۔

نیک فال لینے والے شخص کا دل کبھی کسی مصیبت کے وقت گھبراتا نہیں ہے، اور نہ وہ شکست کھاتا ہے چاہے دشمن کتنا ہی مضبوط اور اس کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، اس کو قادر مطلق، طاقت ور اللہ کی معیت کا احساس رہتا ہے، وہ اسی کے حکم پر حرکت کرتا ہے، اگر اس کا ہاتھ کسی پر اٹھتا ہے تو اس کے خالق کی طاقت اس کے ساتھ رہتی ہے، اگر کسی معاملہ کو انجام دینے کے لیے چلتا ہے تو اللہ اس کے ساتھ رہتا ہے، اس کا شعار اللہ تعالیٰ کی وہ بات ہے، جس کو نبی کریم ﷺ نے

حدیث قدسی میں بیان کیا ہے:

''بندہ میرے بارے میں جس طرح کا گمان رکھتا ہے میں اسی طرح پیش آتا ہوں، اگر اچھا گمان کرتا ہے تو اسی کے مطابق اس کو دیتا ہوں، اگر برا گمان کرتا ہے تو اس کو وہی ملتا ہے۔''

وہ وہی انسان ہے جس کو اس کے پروردگار نے عزت سے سرفراز کیا ہے اور اس کو دعوت اور دین کی امانت کا ذمہ دار بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل:۷۰)

''ہم نے بنی نوع انسانی کو عزت سے سرفراز کیا ہے۔''

- رسول اللہ ﷺ کو آپ کی لاڈلی بیٹی فاطمہؓ دیکھ کر روتی ہے، آپ اس سے دریافت کرتے ہیں: بیٹی! تم رو کیوں رہی ہو؟ وہ کہتی ہے: میں نے آپ کا چہرہ تھکا ہوا اور کپڑے پرانے دیکھے (اس وجہ سے مجھے رونا آ گیا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رو مت، اللہ تعالیٰ ضرور تمھارے ابا کی مدد کرے گا اور یہ دین ہر اس جگہ پہنچے گا جہاں سورج طلوع ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ''جو کہتا ہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو اسی نے ان کو ہلاک کر دیا۔''

دوسری روایت میں ہے کہ ''وہ ان میں سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔''

بعض باتیں ہمت پست کرنے والی، نفس کو ہلاک کرنے والی، برکت کو ختم کرنے والی ہوتی ہیں اور بعض اچھی باتیں فال نیک، خیر کو پھیلانے والی اور فرد و معاشرہ کی تعمیر کرنے والی ہوتی ہیں، اس طرح کی باتیں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے متعدد صحابہ کے بارے میں فرمائی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ: ''یہ سکھایا ہوا نوجوان ہے۔'' ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''یہ اس امت کا امین ہے۔'' حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''یہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اس نے مشرکوں کے خلاف سونتا ہے۔'' ان باتوں نے اپنا اثر دکھایا اور اس سے عظیم قائدین پیدا ہوئے۔

نیک فال مایوسی، قنوط اور نفسیاتی ناکامی کی ضد ہے، اور مؤمن کبھی بھی مایوس نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (یوسف:۸۷)

''اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، کیوں کہ اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے:

وَ مَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ (الحجر:۵۶)

''اور اپنے رب کی رحمت سے گم راہ لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔''

ان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس رہتا ہے۔ اور ذمہ داری مکلف بنانے کا نام ہے۔ ہمارے پروردگار نے جس دن آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اسی دن سے ہم کو اس کا مکلف بنایا ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب:۷۲)

''ہم نے اس امانت کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انھوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ ڈر گئے لیکن انسان نے (اس بار امانت کو) اٹھایا، بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے اس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

''تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

''تم میں سے ہر ایک اسلام کی کسی نہ کسی سرحد کا محافظ ہے (ہر ایک اس بات کی کوشش کرے کہ) اس کی سرحد سے اسلام پر حملہ نہ ہو۔''

میں نے اپنی توجہ ان دوستوں اور ساتھیوں پر مرکوز کی جن کو اور مجھے تڑپ، سچی محبت اور فریضہ کے احساس نے ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع کیا تھا۔ یہ ایک معاہدہ اور میثاق تھا کہ ہم میں سے ہر ایک اس مقصد کے لیے کام کرے گا یہاں تک کہ رائے عامہ صالح اسلامی نقطہ نظر میں تبدیل ہو جائے، اسماعیلیہ میں میں نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر اس سوچ کو عملی شکل دی اور پہلی انتظامی کمیٹی کا انتخاب عمل میں آیا، اس طرح مسلسل کام کرتے، اسلام کا جھنڈا بلند کرتے اور اس کے راستہ میں اللہ سے مکمل رضا کاری کا معاہدہ کرتے ہوئے مارچ ۱۹۲۸ء کو اخوان المسلمون کے نام سے تنظیم قائم ہوئی۔

یہ جماعت اچانک تشکیل پائی تھی لیکن ضرب المثل بن گئی، آج یہ دعوت پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور اس تحریک میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔

اسی طرح ہوتا ہے، جو انسان اپنے پروردگار کے ساتھ سچا وعدہ کرتا ہے، اپنی ذات اور اپنے دین پر بھروسہ کرتا ہے، اپنا مقصد متعین کرتا ہے، اپنی ذمہ داری کا احساس کرتا ہے، اس کے ساتھ وہ پختہ ارادہ کا مالک ہو جس کو اپنے مقصد سے کوئی چیز ہٹا نہ سکے، نیک فال لینے والا ہو، ہمت ہارنے والا نہ ہو تو انسانیت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ وہ اپنے دعویٰ اور مقصد میں کامیاب ہوتا ہے اور تاریخ امت کی بیداری میں اس کے روشن کردار کو رقم کرتی ہے۔

وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

(التوبہ:۱۰۵)

''اور آپ کہہ دیجیے: تم عمل کرو، اللہ، اس کا رسول اور ایمان والے تمھارا عمل دیکھ رہے ہیں۔''

کیا آپ نے اس بند کا قصہ سنا ہے، جس کو مہجری شاعر ایلیا ابو ماضی نے بیان کیا ہے؟ ایک بڑے بندے کے چھوٹے سے پتھر کا قصہ، ایک مرتبہ اس نے سوچا کہ وہ ایک چھوٹا سا پتھر ہے، اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، اس جگہ رہ کر اس کا کوئی فائدہ نہیں، وہ کوئی بڑا پتھر بھی نہیں اور اس کی کوئی عزت بھی نہیں، اس میں دوسرے سے ممتاز کرنے والی کوئی صفت بھی نہیں۔ یہ سوچ کر اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور دور چلا گیا، اس کے نکلتے ہی بند ٹوٹ گیا اور پورا شہر پانی میں ڈوب گیا۔

ستاروں کی جگمگاتی رات نے ایک غم بھری آواز سنی جب کہ رات خوب صورت شہر پر چھائی ہوئی تھی۔

وہ سرگوشی کو سننے والے کی طرح شہر کی طرف جھک گئی جو بڑی دیر خاموش رہتا ہے اور خاموشی سے سنتا ہے۔

تو اس نے شہر والوں کو اصحاب کہف کی طرح سویا ہوا پایا، نہ کوئی شور ہے اور نہ کوئی شغب

اور اس کے پیچھے مضبوط بند کو دیکھا اور صحراء کے مشابہ پانی کو

یہ آواز بند سے آ رہی تھی جو اٹکل اندازوں کی شکایت کر رہی تھی

دنیا میں کون سی چیز میری طرح حقیر ہو سکتی ہے، میں اس میں کچھ بھی نہیں ہوں

نہ میں سنگ مرمر ہوں کہ میرا اسٹیچو بنایا جاتا اور نہ میں چٹان ہوں کہ میں کوئی عمارت بنتا

میں نہ موتی ہوں جس کو خریدنے کے لیے خوب صورت حسین چکنی دوشیزائیں لپکتی ہیں

نہ میں آنسو ہوں اور نہ میں آنکھ، میں نہ تل ہوں، نہ لال رخسار

ایک غبار آلود پتھر ہوں اور حقیر، نہ مال ہوں، نہ حکمت اور نہ تلوار

بہتر یہی ہے کہ میں اپنا یہ وجود چھوڑ دوں اور سلامتی کے ساتھ نکل جاؤں، مجھے یہاں رکنا پسند نہیں۔

وہ اپنی جگہ سے زمین، شہاب ثاقب، تاریکی اور آسمان کی شکایت کرتے ہوئے ہٹ جاتا ہے۔

صبح اپنی آنکھ کھولتا ہے تو طوفان پورے شہر کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔

اے مسلمان! تو ایک چھوٹا سا پتھر نہیں بلکہ اس دنیا کا ستون ہے اور تو اس کی قیادت کا اہل ہے، بلکہ تو اگر نیک اعمال کرے تو زمام کار کے اپنے ہاتھ میں آنے میں اللہ کی قسم کا حق دار ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

(النور:۵۵)

''اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور بالضرور ان کو زمین میں خلافت عطا کرے گا جس طرح ان سے پہلے والوں کو عطا کیا تھا۔''

- کبھی حالات دشوار اور سخت ہوتے ہیں جس سے بہترین تبدیلی مشکل نظر آتی ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس وقت کو یاد کریں جب رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی سخت حالات کا مقابلہ کیا تھا، وہ حالات آج کے حالات سے زیادہ سخت تھے، لیکن وہ برابر نیک فال لیتے رہے، بشارت حاصل کرتے رہے اور اللہ عزوجل کی مدد کا یقین کرتے رہے، کیوں کہ مایوسی مؤمن کی صفت نہیں ہے۔

إِنَّهُ لَا يَايْئَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَٰفِرُونَ ۝

(یوسف:٨٧)

''اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔''

- کبھی برائی کے پھیلاؤ اور انتشار سے ہمت پست ہوجاتی ہے، لیکن مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اس بات کا یقین کریں اور اس پر ایمان لے آئیں کہ اللہ ان کے ساتھ ہے، وہ ان کو کبھی ضائع نہیں کرے گا اور اللہ اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے جب تک وہ اس کے احکامات پر عمل پیرا رہتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ۝ (النحل:١٢٨)

''اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝

(الصّٰفّٰت:١٧١-١٧٣)

''اپنے رسولوں کے سلسلے میں ہم نے پہلے ہی وعدہ کردیا ہے کہ وہی فتح پانے والے ہیں اور ہمارا لشکر ہی غالب آنے والا ہے۔''

- بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کا زمانہ ختم ہوچکا ہے اور وہ بوڑھے ہوچکے ہیں، اس کے باوجود ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو دیکھیں، دعوت دین اور تبلیغ رسالت جو کسی بھی انسان کے حوالہ کی جانے والی سب سے بڑی ذمہ داری ہے آپ نے چالیس سال کی عمر میں شروع کی۔

بلند ہمتی اور صحیح مقصد کے درمیان نہ عمر حائل ہوتی ہے اور نہ سخت حالات، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ (العنکبوت:٦٩)

''جو ہم میں کوشش کرتا ہے اس کے لیے ہم راستے کھول دیتے ہیں۔''

منصوبے کا مطلب ـــــ اسباب کو اختیار کرنا

اقدام اور خوداعتمادی کے بعد ہماری کامیابی کے لیے کیا منصوبہ بندی ضروری ہے؟

یہ موضوع طلباء تنظیموں کے عالمی فیڈریشن کے قیام کے ابتدائی دنوں میں تبادلہ خیال کے لیے موزوں تھا لیکن آج یہ مسلم حقیقت میں تبدیل ہوگیا ہے۔

پہلے منصوبہ کو بدعت اور نئی چیز کہا جاتا تھا لیکن آج اس میں استقرار آگیا ہے اور منصوبہ مختلف تعلیمی مرحلوں میں پڑھایا جانے والا علم اور فن بن گیا ہے۔

ہم زمانہ کے ساتھ مقابلہ کررہے ہیں، ہم اس کی منصوبہ بندی کرنے سے پہلے اس کا مقابلہ کیسے کرسکتے ہیں؟ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر غور کرنے والے ہر فرد کو آپ کی زندگی کے ہر مرحلہ میں واضح طور پر منصوبہ بندی نظر آئے گی۔

- اللہ کی طرف دعوت دینے میں ہم کو ایک مکی زمانہ اور دوسرا مدنی زمانہ نظر آتا ہے۔ مکی زمانہ میں خفیہ مرحلہ پھر دعوت کو علی الاعلان پیش کرنے کا مرحلہ اور اخیر میں مکہ سے باہر دعوت و تبلیغ کا مرحلہ ملتا ہے، اور مدنی زمانہ میں دوسرے ممتاز مراحل نظر آتے ہیں۔
- افراد کو بھی دعوت دینے میں ہم کو منصوبہ بندی نظر آتی ہے۔ شروع میں آپ نے ہر اس شخص کے سامنے اسلام پیش کیا جن میں بھلائی اور خیر محسوس کیا اور جو آپ کو جانتے تھے

اور آپ ان کو جانتے تھے۔ یہی سابقین اولین ہیں جو بعد میں خلفاء اور قائدین بنے۔ اس کے بعد پھر اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت دی۔

- ہم حبشہ کی طرف ہجرت کرنے میں منصوبہ بندی پاتے ہیں۔
- ہم کو پہلی اور دوسری بیعت عقبہ میں منصوبہ بندی نظر آتی ہے کیوں کہ دونوں بیعتوں کے درمیان واضح فرق پائے جاتے ہیں۔
- مدینہ کی طرف آپ ﷺ کی ہجرت میں منصوبہ بندی ملتی ہے۔
- پھر مدینہ منورہ میں مثالی حکومت قائم کرنے میں منصوبہ بندی نظر آتی ہے۔

کیا کوئی اس بات کو سوچ سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سخت حالات میں ہر مرحلہ کے لیے، اپنی ذاتی زندگی میں، اپنی اجتماعی زندگی میں، اس نئی حکومت میں دوسروں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں، لوگوں کے درمیان حق و انصاف قائم کرنے میں، جنگ و امن اور معاہدوں میں اور مسلمانوں کی تربیت اور ان کو مستقبل کے لیے تیار کرنے میں بغیر منصوبہ بندی کے کام لیا؟

بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ یہ آسمانی وحی کی کارفرمائیاں تھیں جو آپ کو صحیح سمت اور صحیح رہ نمائی کرتی تھی، یہ بات صحیح ہے، وحی ہی رسول اللہ ﷺ کی رہ نمائی کرتی تھی اور آپ کو تعلیم دیتی تھی، رسول ہمارے لیے تمام اعمال اور کاموں میں نمونہ ہیں۔ استاذ محمد الغزالی کی بات کتنی بھلی ہے: ''رسولؐ کے لیے ہجرت کے موقع پر اللہ کی مدد کسی غلطی کا علاج نہیں تھا۔''

منصوبہ بندی کے مراحل

لوگ اپنے مقاصد متعین کرنے سے پہلے تمام چیزوں کا اندازہ لگاتے ہیں اور حالات پر نظر رکھتے ہیں، لیکن ان کی نظر صرف دشوار اور سخت حالات پر ہی ہوتی ہے پھر ان حالات کو دیکھتے ہوئے وہ مقاصد کو متعین کرتے ہیں، بعض لوگ تمام چیزوں کا اندازہ لگاتے ہیں اور مشکلات سے واقف ہوتے ہیں، ان کی بلند ہمتیں عالی حوصلہ مقاصد کو متعین کرنے ہی پر راضی ہوتی ہیں۔

زبان سے بولے جانے والے مقاصد اور لکھے جانے والے مقاصد کے درمیان فرق یہ ہے کہ جب مقصد لکھا جائے گا تو اس پر غور و خوض کیا جائے گا، اس کو بار بار دیکھا جائے گا، میٹنگوں میں سنایا جائے گا، جب کسی سوچ اور فکر کے بارے میں یہ کارروائیاں کی جائیں گی تو اس میں پختگی اور وضاحت پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ معاملہ صرف مقاصد کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے، بلکہ ہر سوچ اور فکر کے بارے میں یہی اصول ہے۔ صاحب فکر اپنی فکر کو بڑی عمدہ اور مثالی سمجھتا ہے لیکن جب اس کو لکھتا ہے اور اس پر غور و خوض کرتا ہے تو اس کو اپنی اس سوچ کی کوئی اہمیت ہی نظر نہیں آتی۔

ییل یونی ورسٹی نے ۱۹۵۳ء کو منصوبہ بندی اور مقاصد سے متعلق ایک تحقیق نشر کی تھی، اس میں کہا گیا ہے کہ صرف تین فی صد لوگ اپنے مقاصد متعین کرتے ہیں۔ اور صرف ایک فی صد اپنے مقاصد کو لکھتے ہیں، جو اپنے مقاصد لکھتے ہیں وہ اپنے ۹۷ فی صد مقاصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

مقاصد متعین کرتے وقت آپ کے سامنے دو طرح کی قوتیں ہوں گی۔

ایک خیالی قوت اور دوسری واقعی اور حقیقی قوت۔ واقعی اور حقیقی قوت درج ذیل چیزوں کو اہمیت دیتی ہے:

وقت کا صحیح استعمال

- مقاصد واقعی ہوں جن کو پورا کرنا ممکن ہو، تمام اسباب اختیار کیے جائیں اور تمام رکاوٹوں کے لیے احتیاط برتی جائے۔
- مقاصد واضح ہوں، ان میں کوئی پیچیدگی اور غموض نہ ہو۔
- نظام الاوقات سے مربوط ہوں۔
- سمجھ میں آنے والے ہوں۔
- بلند حوصلہ ہوں جو شخصیت، معاشرہ اور امت کے معیار کو بلند کرنے والے ہوں۔

ضروری ہدایات

- مقاصد کی تعیین کے وقت ان مقاصد سے تعلق رکھنے والے افراد کو شریک کرنا ضروری ہے، اگر خاندان سے متعلق مقاصد متعین کرنا ہو تو خاندان والوں کو شریک کرنا ضروری ہے، اگر اپنی کمپنی کے مقاصد متعین کر رہے ہو تو کمپنی کے ذمہ داروں کو شریک کرنا ضروری ہے، اگر عمل طلابی کے مقاصد کی تعیین کی جا رہی ہو تو عمل طلابی کے ذمہ داروں کو شریک کرنا چاہیے۔
- پھر اپنے مقصد کا خاکہ تیار کرنا چاہیے، اس کو پورا کرنے کا پختہ ارادہ ہونا چاہیے، اس کے لیے ہمیشہ جذباتی رہنا چاہیے۔ اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد ملنے والے نتائج و ثمرات، اس کی تکمیل کے بعد حاصل ہونے والی سعادت وخوشی اور اس کے نتیجہ میں ملنے والے خیر کو ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے، اس سے ہمارے جذبات میں اضافہ ہوگا۔

اپنی سرگرمیوں کا منصوبہ تیار رکھنا چاہیے

- مقاصد کی تعیین کے بعد ہر مقصد کی تکمیل کے لیے ضروری سرگرمیوں کی تعیین کی جاتی ہے، ہم اولیت اور اہمیت کے اعتبار سے ان سرگرمیوں کو مرتب کرتے ہیں (سب سے زیادہ اہم، اہم، کم اہم)، کم اہمیت والی سرگرمیوں کو ضائع ہونے والے اوقات کے خانہ میں رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- ہماری ہر سرگرمی نظام الاوقات سے مربوط ہونی چاہیے۔ ان کی حیثیت سالانہ، ماہانہ، ہفت روزہ یا روزانہ کچھ بھی ہو سکتی ہے۔

یومیہ نظام الاوقات (چارٹ)

یومیہ چاٹ کی تیاری منصوبہ بندی کا آخری اور نفاذ کا ابتدائی مرحلہ ہے، اگر منصوبہ بندی پختہ ہوگی اور اس کے ساتھ یومیہ چاٹ بھی منضبط ہوگا تو اس کا نفاذ بھی اچھے انداز میں ہوگا اور نتائج توقع کے مطابق بہترین نکلیں گے۔

یومیہ چاٹ کو ترتیب دینے سے پہلے دو کام کرنا ضروری ہیں۔

وقت کا تجزیہ

وقت کے تجزیہ کا مقصد اس بات کو جاننا ہے کہ ہم اپنے اوقات کیسے گزاریں؟

ہماری سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ہمارے اکثر کام روٹینی ہوتے ہیں اور اس کو روٹینی شکل میں انجام دیا جاتا ہے۔

ہمارے کاموں کا صرف ۲۰ فی صد حصہ سے ہمارے مقاصد کا تعاون ہوتا ہے جب کہ ۸۰ فی صد روٹینی کام ہوتے ہیں، جو مقاصد کی بنیادی طور پر مدد نہیں کرتے، میری اس بات کی توثیق کے لیے ہم کاغذ کا ایک ٹکڑا لیں اور اپنے یومیہ کاموں کو قلم بند کریں پھر اس کو دیکھیں، ہمیں معلوم ہوگا کہ ہمارے اکثر کاموں کا ہمارے مقاصد سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، یہ ایک پہلو ہے۔ اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہم اپنے اکثر کاموں کو روٹینی انداز میں انجام دیتے ہیں، ہم دوسرے نئے وسائل اور طریقہ کار اختیار نہیں کرتے جو کم وقت اور محنت میں ان کاموں کو نمٹا سکتے ہیں، بلکہ ہم ان کاموں کو ہی چھوڑ سکتے ہیں۔

جب ہم اس طرح کریں گے تو ہمارے پاس کافی وقت بچے گا جس کو ہم بہت سے دوسرے اہم کاموں کی انجام دہی میں صرف کر سکتے ہیں۔

کیا تم جانتے ہو کہ

''روزانہ آدھا گھنٹہ تمھارے کام کے اوقات میں اضافہ سے تمھاری سالانہ زندگی میں ایک مہینہ کا اضافہ ہوگا اس طرح اپنی زندگی بڑھایئے۔''

اپنے نشاط اور چستی کے اوقات سے واقفیت

ہم ان لوگوں کے بارے میں گفتگو نہیں کریں گے جو اپنا وقت ٹی وی، بازاروں، خوشی کی محفلوں اور ہوٹلوں میں تقسیم کرتے ہیں، ایسے لوگ اپنے وقت کا تجزیہ نہیں کرتے اور اپنے نشاط و چستی کے اوقات پر توجہ نہیں دیتے۔

لیکن ہم سنجیدہ انسان کے بارے میں گفتگو کریں گے جو زمانہ پر سبقت لے جاتا ہے، اپنے فرائض کو انجام دینے کے لیے اپنے اوقات کو غنیمت جانتا ہے۔ ہر انسان میں چستی اور نشاط کا متعین وقت رہتا ہے، بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں جن میں نشاط بلندی پر رہتا ہے اور بعض اوقات کم، جب انسان اپنے نشاط کے موڑ سے واقف ہوجائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے زیادہ اہم کاموں کو سب سے زیادہ نشاط والے اوقات میں انجام دے تاکہ اس کی انجام دہی بہترین شکل میں ہو۔

یومیہ نظام الاوقات کو مرتب کرنے کے مراحل

اپنے اوقات کی یومیہ منصوبہ بندی کاموں کی انجام دہی کا پہلا قدم ہے۔ اس میں عام طور پر یومیہ کاموں کی فہرست بنائی جاتی ہے جو اس دن انجام دینے والے اہم امور اور اس کے نظام الاوقات پر مشتمل ہوتی ہے، اس کے لیے مندرجہ ذیل چیزوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

۱- اللہ کے نام سے شروع کیا جائے کیوں کہ ہر وہ کام جو اللہ کے نام سے شروع نہیں کیا جاتا ناقص رہتا ہے، ہمیشہ اپنا اعلیٰ مقصد مدنظر رکھنا چاہیے، اور اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہم کو ضائع نہ کرے۔

۲- اپنے کاموں کی ہفتہ پر مشتمل فہرست سامنے رکھی جائے۔

۳- فہرست بنانے کے لیے دن کے آخری حصہ میں یا دوسرے دن کے ابتدائی حصہ میں ایک وقت متعین کیا جائے۔

۴- ایک فہرست بنائی جائے اور اس کو اپنے سامنے ہی کہیں رکھا جائے، بہت سی فہرستیں نہ بنائی جائیں۔

۵- اہم کاموں یعنی اولیات کو نشاط کے اوقات میں رکھا جائے۔

۶- ملتی جلتی سرگرمیوں کو ایک ساتھ جمع کیا جائے، فون وفیکس وانٹرنیٹ یا ملاقات وسامان کی خریداری اور نماز کو جانا وغیرہ کاموں کو ایک ساتھ انجام دیا جائے۔

۷- اپنے مقاصد کو پورا کرنے والے کاموں پر سب سے پہلے توجہ دی جائے۔

۸- ہر کام کے لیے وقت متعین کیا جائے، یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ وقت کے ساتھ غیر مربوط کام کبھی پورے نہیں ہوتے۔

۹- اپنے یومیہ کاموں کی طرف رجوع کیا جائے اور اپنی فہرست دیکھی جائے پھر

- غیر ضروری کاموں کو فہرست سے نکال دو۔
- جو کام دوسروں کے حوالے کیے جا سکتے ہوں ان کو دوسروں کے حوالہ کرو۔

کاموں کو دوسروں کے حوالہ کرنے سے زیادہ اہم کاموں کی انجام دہی میں تم کو مدد ملے گی، اور سوچنے کے لیے وقت زیادہ ملے گا، روٹینی کاموں سے چھٹکارا ملے گا اور دوسروں کے تجربات سے استفادہ کرنے کا موقع بھی ملے گا۔

- کاموں کی انجام دہی کے لیے بہترین اسلوب اپناؤ۔

۱۰- اپنے وقت کے ہر منٹ کا چارٹ نہ بناؤ بلکہ تمھارا منصوبہ پختہ ہونا ضروری ہے۔

۱۱- آرام وراحت کے لیے وقت متعین کیا جائے۔

۱۲- اپنی فہرست اور چارٹ کا پورا التزام رکھنا چاہیے اور حتی الامکان اس کے خلاف نہیں کرنا چاہیے۔

۱۳- ترتیب میں افراط سے کام نہ لیا جائے۔

نفاذ

جب تم سابقہ تمام امور کو انجام دو گے تو تمھارے پاس سالانہ، ماہانہ اور ہفتہ وار منصوبہ تیار رہے گا، یومیہ کاموں کی فہرست بھی ہوگی، لیکن نفاذ کے دوران رکاوٹوں سے نپٹنے اور بہترین نتائج و ثمرات حاصل کرنے کے لیے چند ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اے ابن آدم! دن تمھارے پاس مہمان ہو کر آتا ہے، اس لیے اس کے ساتھ بہتر سلوک کرو، اگر تم بہتر سلوک کرو گے تو وہ تمھاری تعریف کرتے ہوئے چلا جائے گا، اگر بدتر سلوک کرو گے تو تمھاری مذمت کرتے ہوئے چلا جائے گا، اس طرح رات کا بھی معاملہ ہے۔''

ان ہی کا قول ہے۔ ''ابن آدم پر آنے والا ہر دن کہتا ہے: اے ابن آدم! میں نئی مخلوق ہوں، تیرے کاموں پر گواہ ہوں، اس لیے مجھ سے فائدہ اٹھا کیوں کہ جب میں چلی جاؤں گی تو قیامت تک واپس نہیں آؤں گی، تم جو چاہو اگلی زندگی کے لیے پیش کرو، تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے اور جو چاہے پیچھے کر دو وہ لوٹ کر دوبارہ تمھارے پاس نہیں آئے گا۔''

نفاذ کے لیے ضروری ہدایات

۱- اپنی یومیہ فہرست پر نظر رکھو اور اس کی پابندی کرو۔

۲- کاموں کو جلدی انجام دینے والے بنو، اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ سب سے اہم قدم ابتدائی ہوتے ہیں، میزائل اپنے بارود کا ۸۰ فی صد حصہ پہلے لمحات میں پھینکتا ہے۔

قرآن کریم نے مسارعت اور جلدی کرنے پر ابھارا ہے:

وَ سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۳۳)

''اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف لپکو، جس کی وسعت آسمان اور زمینوں کے برابر ہے جو متقیوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے انسان پر پیش آنے والے سب سے زیادہ سخت ترین حالات میں بھی مسارعت کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر قیامت آجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں پودا ہو اور اس کو بو سکتا ہو تو بوئے۔''

کیا تم نے اس سے زیادہ مسارعت کی خواہش دیکھی ہے کہ پودا بویا جائے اور اس کے نتیجہ کا انتظار نہ کیا جائے۔

۳- ہمیشہ مشکل یا طبیعت پر بار کاموں سے ابتداء کرو اور اس کو نشاط و چستی کے اوقات میں انجام دو، اور یہ اصول اچھی طرح سمجھ لو کہ ابتدا، جس طرح ہوگی انتہا بھی اسی طرح ہوگی یعنی جتنے اچھے اور بہتر انداز میں کام کی ابتداء ہوگی اسی اچھے انداز میں وہ کام انجام پائے گا۔

۴- بڑے کاموں پر زیادہ توجہ دو، اس کو اجزاء میں تقسیم کرو یا متعدد کاموں میں بانٹ دو، اور اس کو انجام دینا شروع کرو، ان شاء اللہ وہ کام پایہ تکمیل تک پہنچے گا۔

۵- کاموں کو انجام دینے والے بنو، اس طور پر کہ:

- ایک ہی کام پر اپنی توجہ مرکوز کرو، اپنی محنت اور دماغ کو تقسیم نہ کرو، ایک ہی وقت میں ایک سے زائد کام نہ کرو، اور اللہ کا فرمان یہ یاد کرو:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ (الاحزاب: ۴)

''اللہ تعالیٰ نے کسی کے پیٹ میں دو دل نہیں بنائے۔''

- تردد نہ کرو، جو کام اپنے سامنے ہو اس کو انجام دو، اس کو مکمل کرنے سے پہلے دوسرا کام شروع نہ کرو۔

اذا كنت ذا رأى فكن ذا عزيمة　　فان فساد الرأى أن تتردد

''اگر تم صاحب الرائے ہو تو پختہ ارادہ والے بنو، کیوں کہ رائے کے بگاڑ کی وجہ سے تردد ہوتا ہے۔''

انجام دہی کی ضد ٹال مٹول ہے، اس سے مراد آج کا کام کل پر ٹالنا ہے، ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

''ٹال مٹول کرنے سے بچو کیوں کہ یہ ابلیس کا سب سے بڑا لشکر ہے۔''

سلف صالحین میں سے کسی سے کہا گیا: ہمیں وصیت کیجیے، انھوں نے فرمایا:

''میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں پھر ٹال مٹول کی ہلاکت سے بچو، تم سے پہلے والوں کو ٹال مٹول نے ہی ہلاک کیا ہے۔''

نبی کریم ﷺ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ.

''اے اللہ ہم تیری پناہ مانگتے ہیں عجز سے اور کاہلی سے۔''

لیکن لوگ ٹال مٹول کیوں کرتے ہیں؟

اس کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

● سستی ● بڑے کاموں سے فرار ● ناکامی کا خوف

● بہترین وقت کا انتظار...... یہ وہم ہے، تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ ۹۰ فی صد ایجادات کاموں کے دوران ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○ (الاعراف:۱۷۹)

''اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسانوں کو ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان کے دل تو ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ دیکھتے نہیں، ان کے کان تو ہیں لیکن سنتے نہیں، وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔''

۶- اپنے کاموں میں پختگی پیدا کرو، کاموں کو انجام دینے کے لیے بہترین طریقہ اپناؤ۔ کاموں میں پختگی دینی فریضہ ہے جس کو اللہ پسند کرتا ہے، اور اس سے تمھاری محنت اور وقت کی

بچت ہوتی ہے کیوں کہ اپنے کیے ہوئے کام کی طرف دوبارہ رجوع کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی (اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کو انجام دے تو پختگی کے ساتھ انجام دے)۔

۷- حتی الامکان مقررہ وقت پر کام پورا کرو۔

۸- یہ بات سیکھو کہ کبھی ''نہیں'' نہ کہو، اس سے کبھی ذمہ دار کو غصہ آسکتا ہے، لیکن نفی اس انداز میں کرو کہ کسی کو غصہ نہ آئے۔ مثلاً تم اپنے ذمہ دار کے پاس جاؤ اور اپنی ذمہ داریوں اور پہلے انجام دیے جانے والے ضروری کاموں کی تفصیل بتاؤ تا کہ اس کو اطمینان ہو جائے کہ تم مشغول ہو۔

۹- اپنے کام کو کبھی منقطع نہ کرو۔ حافظ عینی نے اپنی کتاب ''عمدۃ القاری'' میں لکھا ہے کہ امام محمد بن سلام املا کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور شیخ الحدیث بیان کر رہے تھے کہ محمد بن سلام کا قلم ٹوٹ گیا، انھوں نے اعلان کرنے کا حکم دیا کہ ایک دینار میں ایک قلم چاہیے، ہر طرف سے قلموں کی بارش شروع ہوگئی، انھوں نے ایک قلم کے لیے ایک دینار کی قربانی دی تا کہ اپنے شیخ کے ساتھ چل رہا ان کا کام منقطع نہ ہو۔

خطیب بغدادی نے جاحظ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ جب بھی کوئی کتاب اس کے ہاتھ لگتی تو اس کو شروع سے آخر تک پڑھتا، لیکن آج سروے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی کتاب کو خریدنے والے ۱۰ فی صد لوگ بھی پہلی فصل سے آگے نہیں بڑھتے، کیا تم نے سنجیدہ قوم اور بے کار قوم کے درمیان فرق دیکھ لیا؟

۱۰- وقت ضائع کرنے والی چیزوں کا مقابلہ مہارت سے کیجیے، وقت ضائع کرنے والے بعض امور شخصی ہوتے ہیں مثلاً: منصوبہ بندی اور کاموں کی حوالگی کی ضرورت، انتشار، ٹال مٹول، انکار کی عدم صلاحیت، دل چسپی کا فقدان اور اکتاہٹ، زائد مثالیت، مناقشہ اور جدل سے دل چسپی اور لگاؤ۔

وقت ضائع کرنے والے بعض امور ہنگامی ہوتے ہیں۔ مثلاً زائرین، فون، ٹی وی، میٹنگوں کی کثرت، انتظار، ہنگامی حالات، خطوط کی کثرت، روٹین اور تجاویز۔ یہ بات صرف ہم پر ہی موقوف ہے کہ ہم ان امور کے ساتھ کیسے پیش آتے ہیں۔

۱۱- ہنگامی افکار وخیالات سے بچنا، کاموں کے دوران بہت سے افکار ذہن میں آتے ہیں جس کو ہم اس وقت اہم سمجھتے ہیں، کبھی ہم اس کی خاطر اپنا کام منقطع کرتے ہیں یا کم از کم تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی ان میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ مثلاً فلاں سے رابطہ، کسی گم شدہ چیز کی تلاش اور دوسرے کام کو شروع کرنا وغیرہ۔ اس وقت مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے۔

- ان افکار کو قبول نہ کرو کیوں کہ یہ وقت برباد کرنے والے ہیں۔
- اپنا کام منقطع نہ کرو، مگر یہ کہ کوئی واقعی ضرورت ہو۔
- ان افکار کو بعد میں غور کرنے کے لیے کسی کاغذ پر لکھ دو، جب تم اپنا کام مکمل کر لو گے اور اس فہرست پر نظر ڈالو گے تو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

۱۲- اپنے کاموں کو پانچ منٹ کے نسخہ سے انجام دو، بہت سے کام پانچ منٹ سے زیادہ کے نہیں ہوتے مثلاً کسی کی رائے معلوم کرنا مختصر رپورٹ تیار کرنا وغیرہ۔

ان کاموں کو علی الفور انجام دے کر اس سے چھٹکارا پانا چاہیے۔

۱۳- ضائع ہونے والے اوقات سے فائدہ اٹھائیے، مثلاً سواری کے انتظار میں گزرنے والا وقت اور کاموں کے درمیان ملنے والے اوقات وغیرہ، ضائع ہونے والے اوقات ہمارے تصور اور گمان سے زیادہ ہیں، اگر ہم ان اوقات سے استفادہ کریں گے تو ہمیں بہت فائدہ ہوگا، ہم ان کاموں کی فائل تیار کر سکتے ہیں جن کو ضائع ہونے والے اوقات میں انجام دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً اخبارات کا مطالعہ، قرآن کی تلاوت، کسی کتاب کا مطالعہ، کیسٹس سننا، فون پر کسی سے رابطہ کرنا، اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے حالات دریافت کرنا وغیرہ۔

خطیب بغدادی نے فتح ابن خاقان کے بارے میں لکھا ہے:

''وہ اپنے آستین میں کتاب رکھتے، جب متوکل کی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے یا نماز پڑھنے نکلتے تو کتاب نکال کر چلتے ہوئے پڑھنے لگتے یہاں تک کہ اپنی منزل پر پہنچتے، پھر واپسی میں بھی اسی طرح کرتے، اگر متوکل اپنی ضرورت کے لیے نکلتا تب بھی اپنے آستین سے کتاب نکال کر متوکل کے آنے تک پڑھتے رہتے۔''

۱۴- اپنے دوسرے کام کی طرف منتقل ہو جاؤ، کاموں کے درمیان کا اپنا وقت ضائع نہ کرو، قاضی

شریح کا گزر جولاہوں کی قوم سے ہوا، وہ کھیل رہے تھے، قاضی نے ان سے پوچھا: تم کھیل کیوں رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہم اپنے کاموں سے فارغ ہو گئے ہیں، اس پر قاضی صاحب نے فرمایا: کیا فارغ شخص کو اسی کا حکم دیا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے کہا ہے:

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ (الم نشرح:۷)

''جب تم فارغ ہو جاؤ تو (میری عبادت کے لیے) کھڑے ہو جاؤ۔''

ایک کام اور دوسرے کام کے درمیان وقت کو ضائع نہ کرو۔

۱۵- اپنے وعدوں کا خیال رکھو!

- اپنے مقررہ اوقات کو اچھی طرح ترتیب دو۔
- وقت، جگہ اور مقررہ جگہ پہنچنے کے وسائل سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرو۔
- پہلے سے وقت کی تعیین کے بغیر کسی کی ملاقات نہ کرو، دوسروں کا ان کے اپنے اوقات سے استفادہ کرنے میں تعاون کرو۔
- ملاقات کے آداب کا خیال رکھو۔
- اکتاہٹ سے بچو، راحت وآرام کے لیے بھی ایک وقت متعین کرو، لیکن اس کی بھی حد ہو شیخ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں: ''ہماری زندگی سنجیدہ ہونا ضروری ہے جس کے دوران کچھ راحت کا وقت ہو، نہ کہ ہماری زندگی راحت بن جائے اور سنجیدگی کے لیے کچھ وقت دیا جائے۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''دلوں کو راحت دو کیوں کہ دل جب تھک جاتے ہیں تو اندھے ہو جاتے ہیں۔''

ہماری مشکل یہ ہے کہ راحت اور آرام اپنے حق سے زیادہ وقت لے لیتے ہیں، لیکن ہمارا مطلب یہ ہے کہ راحت کے لیے مناسب وقت ہو اور اس کے مناسب حدود ہوں اور یہ گناہ کی حد تک نہ پہنچ جائے بلکہ اگر انسان مفید چیزوں کے ذریعے اپنے نفس کو راحت پہنچائے تو آرام کے مقابلہ میں یہ بہتر ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ جب گفتگو سے تھک جاتے تو کہتے: ''شعراء کا دیوان لے آؤ'' محدث ابن شعبہ رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث کو املا کرا کے تھک جاتے تو اشعار گنگنانے لگتے۔ بہتر یہ ہے کہ ہمارے منصوبہ کے ضمن میں راحت بھی ہو، اس طرح اکتاہٹ کا احساس ہی ختم ہو جائے گا اور راحت کے اوقات بھی متعین ہو جائیں گے۔

۱۶- اکتاہٹ کے اسباب کو معلوم کر کے اس کا علاج بھی کرنا چاہیے، اسی طرح اپنے کام کرنے کی جگہ یا اپنی ڈائریوں کی تبدیلی سے بھی اکتاہٹ دور ہوتی ہے۔

۱۷- اپنے جسم کو چست اور توانا بنانے کے لیے ورزش پر توجہ دینا ضروری ہے تا کہ اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر انجام دے سکو۔ رسول اللہ ﷺ کے قول کو ہمیشہ یاد رکھو:

''طاقت ور مومن بہتر اور پسندیدہ ہے کمزور مومن کے مقابلہ میں۔''

پرانی کہاوت ہے: ''صحیح وسالم جسم میں عقل سلیم ہونی چاہیے۔''

محمد بن ابی حاتم امام بخاری کے بارے میں کہتے ہیں: ''میں بہت سالوں تک ان کے ساتھ رہا لیکن میں نے صرف دو مرتبہ ان کے تیر کا نشانہ خطا کرتے دیکھا، دوڑ میں ان کے مقابلہ میں کوئی کامیاب نہیں ہوتا تھا۔''

امام بخاری علم میں اپنی مشغولیت کے باوجود صحیح نشانہ بازی اور دوڑ میں حد درجہ مشق کرتے تھے...... سوچنا چاہیے کہ ہمارے لیے ان لوگوں کی اقتداء کرنا کتنا ضروری ہے۔

۱۸- اپنے وقت کی ترتیب کی پابندی کرو اپنے مقصد تک پہنچ جاؤ گے، صبر اور پابندی کے ہتھیار سے مسلح رہو اور ہر وقت تمھارے ذہن میں یہ آیت کریمہ رہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (العنکبوت:۶۹)

''جو ہماری راہ میں کوشش اور مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کے لیے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔''

ہدایات برائے نفاذ

● اپنے یومیہ اوقات کی پابندی کرو۔ ● کاموں کو جلدی انجام دینے والے بنو۔ ● سخت کاموں سے ابتدا کرو۔ ● بڑی ذمے داریوں پر خصوصی توجہ دو۔ ● کاموں کو انجام دینے والے بنو۔ ● اپنے کاموں میں پختگی پیدا کرو۔ ● مقررہ وقت پر کام مکمل کرو۔ ● کبھی کام

کرنے سے انکار نہ کرو۔ ● اپنے کام کو منقطع نہ کرو۔ ● وقت ضائع کرنے والی چیزوں سے بچو۔ ● ہنگامی افکار و خیالات سے بچو۔ ● پانچ منٹ کا نسخہ اپناؤ۔ ● ضائع ہونے والے اوقات سے استفادہ کرو۔ ● اپنی دوسری ذمے داری کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ ● اپنے وعدوں کی پابندی کرو۔ ● اکتاہٹ سے بچو۔ ● ورزش کی پابندی کرو۔ ● اپنے وقت کی ترتیب کی پابندی کرو۔

متابعت اور نگرانی

نگرانی اور متابعت کا مطلب سابقہ منصوبہ کے نفاذ کا موازنہ اس مقصد سے کرنا کہ غلطیوں کی تعیین کی جائے اور مثبت امور سے فائدہ اٹھایا جائے اور منفی امور سے بچا جائے۔

فعال نگرانی کے اوصاف مندرجہ ذیل ہیں:

۱-فوری

نگرانی اور متابعت نفاذ کے ساتھ ہی الاول فالاول کے اعتبار سے کی جائے تا کہ وقت نکلنے سے پہلے کوتاہیوں اور کمیوں کا علاج کیا جا سکے۔

۲-استمرار

نگرانی مسلسل جاری رہے اور تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد نتائج کو جمع کیا جائے۔

۳-اقتصادی نگرانی

وقت اور محنت فائدہ سے زیادہ خرچ نہ کیے جائیں۔

۴-اصلاحی نگرانی

صرف غلطیوں کو لکھنے اور نفس کو ڈانٹنے کے مقصد سے نہ ہو۔

۵-مضبوط نگرانی

صرف حقیقت سے ہٹ کر جامد کارروائیاں نہ ہوں بلکہ منصوبہ اور اس کو نافذ کرنے کے حالات کے مناسب بھی ہو۔

کاموں پر مکمل توجہ

کاموں پر توجہ سے مراد کاموں میں پوری طرح منہمک اور غرق ہونا ہے تا کہ کام پختگی اور عمدگی کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائے۔ انتظام کے ماہرین کہتے ہیں کہ زندگی میں کوئی بھی بیماری ایسی نہیں پائی جاتی جس کو سخت کام اور پوری توجہ شفا نہ دیتی ہو۔ افراد اور قائدین کو لاحق خطرناک بیماریوں میں سے ایک اپنے کاموں پر توجہ نہ دینا ہے۔ امتحان میں آدمی کو عزت ملتی ہے یا ذلت، جب سال کے اخیر میں امتحان کے دن قریب آتے ہیں تو طالب علم جس کو امتحان کی تیاری میں منہمک ہو جانا چاہیے وہ اس کو چھوڑ کر دوسری ہر چیز میں مشغول ہو جاتا ہے، وہ کتاب کھول رہا ہے، خاندان والوں کو اپنے آنے کی خبر دینے کے لیے خط لکھ رہا ہے، پھر وہ سوچتا ہے کہ ٹی وی پر فلاں ڈرامہ یا سیریل دیکھے، فٹ بال کا میچ دیکھنے کے لیے اسٹیڈیم جا رہا ہے، اس طرح وہ تعلیم کو ضائع کرتا ہے اور امتحان میں ناکام ہو جاتا ہے، اس کا سبب ایک ہی کام یعنی اپنی پڑھائی پر توجہ نہ دینا ہے۔

ہر مسئلے کے لیے مخصوص وقت رہتا ہے

بعض لوگ تم سے کہیں گے: لیکن میں مطالعہ پر توجہ دیتا ہوں، میں نے امتحان کے دوران بہت سی کتابیں پڑھی ہیں، ان جیسے لوگوں سے ہم کہیں گے: ایک وقت کے لیے ایک مسئلہ رہتا ہے، اس وقت صرف اسی پر توجہ دینا ضروری ہے، طالب علم امتحان سے پہلے نصاب تعلیم کی کتابوں کے مطالعہ پر توجہ دیتا ہے تو کامیاب ہوتا ہے۔ کسان کے لیے کٹائی کے موسم سے پہلے ضروری ہے کہ بارش کا موسم شروع ہونے سے پہلے دھان کاٹ لے، اسی طرح سیاست داں، منتظم اور اقتصادی آدمی کا حال ہے، ہر وقت میں اس کے پاس خاص مسئلہ اور ایک ہی ذمہ داری رہتی ہے، اسی پر توجہ دینا ضروری ہے۔

بعض قائدین ہر کام پر توجہ دیتے ہیں، ایک کام کے بعض حصہ میں پختگی پیدا کرتے ہیں اور اس سے ہٹ کر دوسرے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں تو اس پر پوری توجہ نہیں دیتے جس کے نتیجہ میں کام ضائع ہو جاتے ہیں، اسی طرح وقت بھی برباد ہو جاتا ہے، اگر وہ اپنی پوری کوشش اور محنت و صلاحیت اپنی استطاعت کے کاموں میں لگاتے اور دوسروں کو ان کی استطاعت کا کام دیتے تو تمام امور اچھے ڈھنگ سے ارادہ وخواہش کے مطابق انجام پاتے۔ سب لوگ اپنی کوشش کرتے اور بہترین نتائج وثمرات سامنے آتے، یہ مسئلہ ان مرکزی قائدین کو پیش آتا ہے جو تمام کام اپنے ہاتھوں ہی سے انجام دینا پسند کرتے ہیں، فراش کا کام کرتے ہیں اور دوٹوک تجاویز تیار کرتے ہیں حالاں کہ انتظامی کاموں میں بڑے تجربات اور ذہنی فراغت کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے پیچھے صرف انانیت ہی کارفرما نہیں رہتی بلکہ کبھی کبھار کاموں کو بہترین انداز میں انجام دینے کی خواہش کے ساتھ یہ خیال بھی رہتا ہے کہ یہ کام اس کے ذریعہ ہی صحیح طور پر انجام پائے گا، یہ بہت بڑا وہم ہے، زمانہ کے گزرنے کے ساتھ عاملین میں سے بعض افراد کام کے بغیر رہ جائیں گے یا ان کی ایجادی صلاحیتیں ختم ہو جائیں گی اور وہ ہر چیز کو انجام دینے کی وجہ سے کوتاہ اور ہر وقت تھکا ماندہ رہے گا، جس کے نتیجہ میں کامل توجہ نہیں رہے گی اور پیداوار اور انتاج میں کمی آئے گی۔

مستقبل کا سرخیل

مستقبل کا سرخیل گروہ مندرجہ ذیل صفات کا حامل ہوتا ہے۔

- ایک وقت میں ایک ہی مقصد پر توجہ دینا۔

وَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ (الاحزاب: ۴)

”اللہ تعالیٰ نے کسی کے پیٹ میں دو دل نہیں بنائے۔“

- ان کے پاس ہر مشکل کے لیے منظم طریقہ کار رہتا ہے یہاں تک کہ ہنگامی مشکل کے لیے بھی۔

مندرجہ ذیل چیزیں کسی چیز پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے معاون ہوتی ہیں۔

۱- اوّلیات یعنی الاول فالاول کاموں کی تعیین اور ترقی کا پختہ ارادہ۔

۲- ہر سرگرمی کے لیے وقت کی تعیین۔

۳- ذمہ داریوں کی تقسیم اور حوالگی۔

مسلم نوجوانوں کی ذمے داریاں

مسلم نوجوان اور طالب علم بیداری کا ستون اور تبدیلی کا سنگ بنیاد ہے، تبدیلی فرد سے شروع ہوتی ہے پھر اس کا دائرہ بڑھ کر معاشرہ میں تبدیلی آتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ تبدیلی کے بنیادی اصول کو مقرر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ

(الرعد:١١)

"اللہ کسی قوم میں اس وقت تک تبدیلی نہیں لاتا جب تک وہ اپنے اندر تبدیلی نہ لے آتے۔"

اسی وجہ سے مسلم نوجوان اور طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ اپنی ذات اور شخصیت پر زیادہ توجہ دے، ان تمام پہلوؤں کی پابندی کرے جن کو اپنی زندگی میں منطبق کرنے کی دوسروں کو دعوت دی جاتی ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بہت سے لوگ تبدیلی کی بات کرتے ہیں، لوگوں کو اس کے فضائل سناتے ہیں لیکن تم ان ہی کو اسے اپنی زندگی میں منطبق کرنے سے گریز کرتے دیکھو گے، درآں حالے کہ لوگ ایسی مثالوں کو ناپسند کرتے ہیں:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○

(الصف:٢،٣)

"اے ایمان والو تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے، اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز یہ ہے کہ تم وہ بات کہو جس پر تم عمل نہیں کرتے۔"

تبدیلی کے ضمن میں اسلام ہر مسلمان کو وصیت کرتا ہے کہ اپنی شخصیت کی کامل اور متوازن شکل میں تشکیل میں تعاون کرنے والے تمام پہلوؤں پر توجہ دے، اس کا طریقۂ کار مندرجہ ذیل ہے۔

ایمانی واعتقادی تربیت

یہ دین، امت اور فرد مسلم کی تعمیر کی بنیاد ہے۔

نیت وارادہ کی تربیت

نیت اور ارادہ کو بہترین سلوک کی تشکیل کے لیے ٹریننگ دی جائے۔

انسانی تربیت

جس سے تمام لوگوں پر توجہ دینے والا صالح انسان تیار ہوتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ

(الحجرات:١٣)

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔"

کامل اور شامل تربیت

جو انسان کے مادی اور روحانی دونوں پہلوؤں کو شامل ہے۔

متوازن تربیت

انسان کی تمام صلاحیتوں کے درمیان توازن باقی رکھتی ہے۔

واقعی تربیت

حقیقت اور اس کے تمام مطالبات کا خیال رکھتی ہے۔

مسلسل تربیت

ہمہ پہلو کامیابی کی طرف گامزن رکھتی ہے۔

اخلاقی تربیت

پیش آمدہ چیلنجز کے مقابلہ کے لیے ہمہ وقت تیار کرتی ہے۔

اجتماعی تربیت

جو خاندان، معاشرہ اور پوری امت کو شامل ہے۔

جب انسان اپنے پروردگار کے منہج پر جما رہتا ہے، اس کے حقوق و واجبات سے واقف ہو جاتا ہے، اپنے ترجیحی کاموں کو متعین کرتا ہے، اپنے وقت کی منصوبہ بندی کرتا ہے تو وہ اپنے تمام مطلوبہ کاموں کو انجام دے سکتا ہے اور اس کے ذریعہ اپنی ذات اور معاشرہ میں بھی تبدیلی لاسکتا ہے، ہم یہاں پر بعض ان ذمہ داریوں کو پیش کر رہے ہیں۔

۱- ایمان اور علم و تعلیم

اسلام نے انسانی شخصیت کی تعمیر پر بڑی توجہ دی ہے اور اس کے مادی، روحانی اور عقلی تمام پہلوؤں کی رعایت کی ہے۔ ہر پہلو دوسرے پر اثر انداز ہوتا ہے، اور سعادت اعتدال و توازن سے حاصل ہوتی ہے اور ان صلاحیتوں کو مکمل کرتی ہے اور ان کا تعاون کرتی ہے۔

- علم کے ذریعہ انسان خیر اور شر کے درمیان امتیاز کرتا ہے اور علم ہی قوموں کی تعمیر اور معاشرہ کی بیداری کا واحد راستہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط (الزمر: ۹)

"کیا علم والے اور بغیر علم والے یکساں ہو سکتے ہیں۔"

مقصود و مطلوب دین اور دنیا دونوں کا علم ہے، اسلامی تہذیب کا منارہ دونوں جہاں میں اس وقت تک بلند نہیں ہو سکتا جب تک مسلمان علم حاصل کرنے میں سبقت نہ کریں، نبی کریم ﷺ

نے فرمایا: "فرشتے طلب علم میں اپنے گھر سے نکلنے والے ہر شخص کے لیے اس کے اس عمل سے خوش ہو کر اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔" (ابن ماجہ و احمد)

مسلمان کے لیے علم و فن کے اعلیٰ درجات تک پہنچنا ضروری ہے تا کہ وہ علم اور ایمان کی بنیادوں پر آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق پر غور کرتے ہوئے اپنی شخصیت اور اپنے معاشرہ کی تعمیر کرے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

(آل عمران: ۱۹۰، ۱۹۱)

"بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے آنے جانے میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اور آسمانوں و زمینوں کی تخلیق پر غور کرتے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ بے کار پیدا نہیں کیا، تیری ذات پاک ہے، ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔"

- ایک وقت اللہ کے ذکر کے لیے ہو۔ "تمھاری زبان اللہ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے۔" (احمد)
- ایک وقت علمی کتابوں کے مطالعہ کے لیے ہو۔ "جس کے ساتھ اللہ خیر کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔"
- ایک وقت قرآن پڑھنے اور پڑھانے کے لیے ہو "تم میں بہتر وہ شخص ہے جو قرآن پڑھتا اور پڑھاتا ہے۔" (بخاری)
- ایک وقت پورے خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت اور نوافل کی ادائے گی کے لیے ہو۔ "میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔" (بخاری)
- ایک وقت اپنے اختصاص کے میدان میں علمی مذاکرہ کے لیے ہو، تا کہ وہ اپنے اختصاص

میں پختگی اور اتقان پیدا کرے ''اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کو انجام دے تو اس کو پختگی کے ساتھ کرے۔''

مطالعہ علوم کی کنجی ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ (العلق:۱)

''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تم کو پیدا کیا۔''

اسی طرح متنوع ثقافت اور علوم عبقریت کی کنجی ہے۔

صالح معاشرہ مسلمان کے صلاح میں اضافہ کرتا ہے، اس پر توجہ دیتا ہے اور اس کی رعایت کرتا ہے۔ آج کے مہذب معاشرے، ان کے پاس موجود فساد و بگاڑ کے وسائل، اسلام سے دور کرنے والے بلکہ اسلام سے متحارب مناہج تعلیم، مختلف قسم کے ذرائع ابلاغ اور اس کے ذریعہ پھیلائے جانے والے زہر نے مطالعہ اور پڑھائی کو طالب علم کے نزدیک سب چیزوں کے مقابلہ میں کم درجہ کی چیز بنادیا ہے۔ جب طلباء کوئی چیز پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں پہیلیوں کی کتابیں، جاسوسی ناول، پیار و محبت کے افسانے یا اخلاق بگاڑنے والے جنسی مجلات نظر آتے ہیں۔

ان تمام چیزوں کو دیکھتے ہوئے مسلم طالب علم اور اسلامی تحریکات کے لیے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل باتوں پر خصوصی توجہ دیں:

- مطالعہ اور اس کے وسائل مہیا کرنے پر توجہ دی جائے۔
- محاضرات اور کانفرنسوں پر عقل و شعور کو وسعت دینے اور مختلف ثقافتوں کے حصول کے لیے توجہ دی جائے۔
- کیمپ منعقد کیے جائیں تاکہ اسلامی علوم کے مطابق نوجوانوں کو تربیت دی جائے۔
- ایمانی اجتماعات منعقد کیے جائیں تاکہ اسکولوں اور مناہج تعلیم میں موجود کمیاں اس کے ذریعہ پوری کی جائیں۔
- علمی اختصاص پر اس طرح توجہ دی جائے کہ اسپیشلسٹ مسلم نوجوان اپنے معاشرہ میں

اپنے علم، اخلاق اور اختصاص کی وجہ سے ممتاز قائد بن کر ابھرے۔

- نیک صحبت پر توجہ دی جائے، جب بھول جاؤ تو وہ تمھیں یاد دلائے اور نیک کام کرنے میں تمھارے ساتھ تعاون کرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''آدمی کا اندازہ اس شخص سے لگاؤ جس کی وہ صحبت اختیار کیے ہوئے ہے کیوں کہ آدمی اپنے جیسے آدمی کی ہی صحبت اختیار کرتا ہے۔''

آج کل یہ محاورہ عام ہوگیا ہے۔ ''مجھے بتاؤ کہ تمھارا ساتھی اور دوست کون ہے، میں تم کو بتادوں گا کہ تم کون ہو۔''

یہ تمام اسباب و وسائل ایک مسلمان کو اپنا طریقہ کار متعین کرنے اور کوتاہی ہو جائے تو اپنے نفس کا محاسبہ کرنے میں تعاون کرتے ہیں، اسی طرح اس کو اپنی شخصیت سے یہ سوال کرنے والا ملتا ہے کہ تم نے یہ کیا کیا؟ تم نے اپنا وقت کہاں صرف کیا؟

۲- کام کے اوقات

مسلمان داعی سرگرم اور چست رہتا ہے، عمل اس کے پاس عبادت کا درجہ رکھتا ہے اور کاموں کو پختگی کے ساتھ انجام دینا ثواب کا کام۔ بے کار بیٹھے ہوئے آدمی کی اسلامی معاشرہ میں کوئی حیثیت اور عزت نہیں ہے۔

خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں کسی آدمی کو دیکھتا ہوں تو مجھے پسند آتا ہے لیکن جب مجھے بتایا جاتا ہے کہ وہ کوئی کام نہیں کرتا تو وہ میری نگاہوں سے گر جاتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔''

صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: ''وہ محنت کرے اور خود اپنی ذات کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ کرے (یعنی یہی اس کے لیے صدقہ ہے)۔ صحابہ نے دریافت کیا: اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو یا یہ بھی نہ کرے تو؟ آپ نے فرمایا: ضرورت مند کی مدد کرے، صحابہ نے کہا: اگر یہ بھی نہ کرے تو؟ آپ نے فرمایا: بھلائی کا حکم دے، صحابہ نے پھر دریافت کیا: یہ بھی نہ کرے تو؟ آپ نے فرمایا: برائی سے باز آئے، یہ بھی صدقہ ہے۔'' (بخاری و مسلم)

مسلمان اپنا ہر کام منظم طریقہ سے انجام دیتا ہے، ہر حق والے کا حق ادا کرتا ہے، اپنے اوقات کو منظم کرتا ہے، کام کے لیے مناسب وقت متعین کرتا ہے۔ اس موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے کام اور عمل سے متعلق بعض عام اصولوں کو بیان کرنا ضروری ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- جب کام کے لیے جاؤ تو تمھاری صحت اچھی ہو اور اس کام کے لیے اپنی مکمل لیاقت و صلاحیت کا احساس ہو، اگر سخت سردرد یا بخار یا زیادہ تھکن کا احساس ہو تو کسی صورت میں بھی تمھارا کام مکمل نہیں ہوگا یا کام پر مکمل توجہ نہیں ہوگی یا کام ہی نہیں کر پاؤ گے اور اپنے وقت کو فعال شکل میں منظم نہیں کر سکو گے، بلاوجہ بھڑک جاؤ گے، چھوٹی سی غلطی پر غصہ آجائے گا، تمھارے لیے بہتر یہ ہے کہ مناسب وقت تک آرام کرلو اور اپنے مرض سے شفایاب ہوجانے کے بعد کام کے لیے واپس آجاؤ۔

۲- جس کام کو شروع کیا ہے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤ، ایک کام کے مکمل ہونے سے پہلے دوسرے کام میں ہاتھ ڈالنے سے وقت ضائع ہوتا ہے، اور ایک کام کے مکمل ہونے سے دوسرا کام کرنے کی خواہش وجذبہ اور نشاط میں اضافہ ہوتا ہے۔

۳- ہر کام کے اخیر میں عقل تھک جاتی ہے اور جسم چور چور ہوجاتا ہے اور تھوڑی سی راحت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس صورت میں سب سے بہتر یہ ہے کہ جس کام کو تم انجام دے رہے ہو اس سے ہٹ کر دوسرے قسم کے کام یا ایک موضوع سے دوسرے موضوع میں منتقل ہوجاؤ۔ انتظامی امور کے ماہرین اس کا یہ حل بیان کرتے ہیں کہ: ''راحت اور آرام سے تھکن دور کرنے کے بجائے دوسرے کام میں مشغول ہونا بہتر ہے۔''

۴- مشکلات پر قابو پانا: مؤثر انداز میں وقت کو منظم کرنے کا یہ لازمی جزء ہے، ہر وقت مشکلات اور بحرانوں کے مقابلہ کے لیے تیار رہنا چاہیے، کیوں کہ اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ تمھارا موقف مثبت ہوجائے گا جس سے تم تمام مشکلات کو جلدی حل کرنے پر قادر ہوجاؤ گے۔

۵- اگر تم دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر کام کرتے ہو یا چند افراد کے ذمہ دار ہو تو دوسروں سے کم از کم آدھا گھنٹہ پہلے کام پر پہنچنا چاہیے، اس قیمتی وقت میں تم ان اہم کاموں کو تیار رکھ

سکتے ہو جن پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے، اور اپنے ماتحت کام کرنے والوں کے حوالہ کرنے کے کام بھی تیار رکھ سکتے ہو، اس طرح دفتر پہنچتے ہی ہر ایک کو اپنا کام سامنے نظر آئے گا۔

۶- اپنے وقت کی قیمت پہچانو! اگر تم دس لوگوں کے ذمہ دار ہو اور آٹھ گھنٹے کام کرتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دفتری کام کا وقت یومیہ ۸۰/ گھنٹے ہیں اور تم ان سے بہترین انداز میں کام لینے کے ذمہ دار ہو۔ اگر یہ لوگ تمھاری وجہ سے تمھاری تعلیمات اور ہدایات کے انتظار میں کام کیے بغیر بیٹھیں رہیں گے تو یہ تمھاری بہت بڑی غلطی ہے، یہ کام کے وقت کا بہت بڑا نقصان ہے کیوں کہ اس طرح وہ کام کے بغیر رہ جائیں گے۔ ان اوقات کو سرگرم اور فعال انداز میں استعمال میں لانے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ تمام رفقاء کار کو صبح سویرے اجلاس میں بلایا جائے اور اس چھوٹی سی کانفرنس کے دوران کاموں کو تقسیم کیا جائے، پھر ان کی مختلف سرگرمیوں کے درمیان تعاون کیا جائے اور اس سے پہلے دیے گئے کاموں کی انجام دہی کے سلسلہ میں سرسری رپورٹ لی جائے، یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ نتائج وثمرات پر توجہ دینا چاہیے تفصیلات میں نہیں جانا چاہیے۔

مناسب یہ ہے کہ ایک ایک رفیق کار کو بلا کر کئی دنوں سے اس کے حوالہ کیے گئے کاموں کی عدم انجام دہی پر محاسبہ کیا جائے۔

۷- ہر فرد کو اس کے مناسب کام دینا چاہیے، آج کا کام کل پر نہ ٹالا جائے، اس کے ساتھ اپنے رفقاء کار کو بہترین ٹریننگ دینا بھی ضروری ہے تاکہ وہ ایک ہی جذبہ کے ساتھ کام کریں۔

۸- تمھارا کوئی تربیت یافتہ نائب رہنا بھی ضروری ہے جو بعض مواقع پر تمھاری طرف رجوع کیے بغیر مناسب تجاویز اختیار کرسکتا ہو کیوں کہ اس طرح کے نائب سے تمھارا بہت بڑا وقت بچ جائے گا جس کو تم اپنے دوسرے اہم کاموں میں لگا سکتے ہو۔

۹- نئی ٹیکنالوجی کے آلات کا استعمال ضروری ہے۔ مثلاً فون، کیمرہ، پرنٹر، کمپوٹر، کیلکولیٹر،

پوسٹ، فیکس وغیرہ دوسرے آلات جن سے کام آسان ہوتا ہے اور ان سے وقت بچانے اور اس کو منظم کرنے میں تعاون ملتا ہے۔

۱۰- فائلوں اور موضوعات کو ترتیب دینا ضروری ہے، تم کو بہت سے بڑے بڑے ذمہ دار نظر آئیں گے جو کوئی مقالہ یا پرچہ تلاش کرتے ہیں تو ان کو ملتا نہیں کیوں کہ وہ ان اہم کاغذات کو اس مقصد سے منظم جگہوں پر رکھنے کے عادی نہیں رہتے، ایک بہترین کہاوت ہے۔ ''ہر چیز اپنی جگہ پر ہے کیوں کہ ہر چیز کی ایک جگہ متعین رہتی ہے۔'' یہ بہت ہی اچھا اصول ہے جس سے مشغول آدمی کا بڑا وقت بچتا ہے، ہم کہہ سکتے ہیں کہ سب سے زیادہ وقت کو ضائع کرنے والا تمھارے آس پاس کا ماحول ہے، غیر مرتب میز، ادھر ادھر پھیلے ہوئے کاغذات وغیرہ۔

بعض سرگرمیاں

۱- خطوط

جب تم کو سلام کیا جائے تو اس کا بہتر جواب دو، اس ادب کی اسلام نے ہم کو تعلیم دی ہے۔ خط سلام کی طرح ہی ہے، اس کا بہترین انداز میں استقبال کرنا، اس میں لکھی ہوئی باتوں پر توجہ دینا اور جلد از جلد اس کا جواب دینا ضروری ہے۔ یہ بات پسندیدہ نہیں ہے کہ تم اپنے کسی ساتھی کے بارے میں یہ سنو کہ وہ صرف اپنے مزاج کی آمادگی نہ ہونے کی وجہ سے خطوط کا جواب نہیں دیتا، اس مسئلہ میں مزاج اور خواہش پر عمل کرنا تمھارے کاموں کے لیے نقصان دہ ہے، سوچو کہ اگر تم نے اپنے کسی ساتھی سے بعض مسائل دریافت کیے اور تمھارا خیال تھا کہ وہ تمھارا تعاون کرے گا، اس سلسلہ میں اس کے نام ارجنٹ خط بھیجا اور اس کے جواب کا انتظار کرنے لگے، بہت دنوں تک انتظار کرنے کے باوجود کوئی جواب موصول نہیں ہوا کیوں کہ تمھارے اس ساتھی کا خط لکھنے کا مزاج نہیں ہے۔ کیا تم بہت دن گزرنے اور طویل انتظار کے بعد اپنے احساسات کو بیان کر سکتے ہو؟ کیا تم اس کا یہ عذر قبول کر لوگے کہ میں جواب اس لیے نہیں لکھ سکا کہ میں خطوط لکھنے کا عادی نہیں ہوں۔

بہت سے مواقع پر خطوط آتے ہیں جن کے لکھنے والوں کو تمھارے جواب کا انتظار رہتا ہے چاہے تمھارے حالات کچھ بھی ہوں اور جواب کسی بھی انداز میں دیا جائے، جب تم ان کو جواب دوگے چاہے اس میں معذرت ہی کیوں نہ ہو، ان کو اطمینان ہو جائے گا اور تم پر اور تمھارے کاموں پر ان کے بھروسہ میں اضافہ ہو جائے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دوسرے خط میں تمھارے صرف جواب لکھنے کی وجہ سے تمھارا شکریہ ادا کریں۔

ایک کہاوت مشہور ہے ''خط نصف ملاقات ہے''، میرا خیال ہے کہ ان دنوں اس محاورہ کی ضرورت زیادہ ہے، کیوں کہ مسافتوں کی دوری اور کاموں کی کثرت کی وجہ سے تمھارے ساتھی یا دوست کے لیے ایک سے زیادہ خط لکھنا مشکل ہے۔

خط کے ذریعہ ہی ہم تبادلہ خیال کرتے ہیں۔

ہر کانفرنس کے بعد جب میں اپنے گھر پہنچتا ہوں تو میں متعدد لوگوں کو ان کی بہترین مہمان نوازی یا استقبال یا ملاقات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خط لکھتا ہوں، میں ان کے ساتھ گزرے ہوئے بہترین لمحات پر اپنی احسان مندی کا اظہار کرتا ہوں اور میں وضاحت کرتا ہوں کہ یہ کانفرنس مختلف نقطۂ نظر کے تبادلہ کا بہترین اور مفید موقع تھا، ان افراد میں بعض لوگوں کے جوابات بھی آتے ہیں اور نئے و مفید تعلقات کی ابتدا ہوتی ہے۔

اس طرح سرسری ملاقات دائمی مفید ملاقات میں تبدیل ہو جاتی ہے، زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ سود مند تعارف کی ایک قسم ہے، مراسلت کرنے والے ہر شخص کی فائل یا کارڈ بنانا ضروری ہے جس میں ان کے خطوط کا خلاصہ ہو، تاکہ ایک ہی فرد کو بار بار خط نہ لکھا جائے جس کے نتیجہ میں وقت گزرنے کے ساتھ تمھارے خطوط پر اس کی توجہ ختم ہو جاتی ہے۔

خطوط لکھنے کے لیے ایک وقت متعین کرنا چاہیے، اس وقت تمام خطوط کا جواب لکھا جائے، خط لکھنے یا خط کا جواب دینے میں تاخیر نہ کی جائے مگر یہ کہ تاخیر کی کوئی وجہ ہو۔

بہت سے لوگ تار کی طرح مختصر برجستہ خطوط لکھتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ خط رابطہ کا ایک اہم عنصر ہے اور خط لکھنا فن بھی ہے، عبارت کی خوب صورتی، اس کی گہرائی، موضوع کے انتخاب کے حسن اور کلام میں نرمی کے بہ قدر فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

مشہور مسلم سیاست داں پروفیسر نجم الدین اربکان نے مجھ سے بتایا کہ انھوں نے ترکی کے ایک دور دراز علاقہ کا سفر کیا، ایک دوست کی ملاقات کے وقت میں نے دیکھا کہ اس نے میرے ایک خط کو بڑے اہتمام سے فریم بنا کر رکھا ہے۔

۲-فون کا استعمال

فون اللہ کی عطا کردہ عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ خط سے خاموش الفاظ اور مردہ کاغذ منتقل ہوتا ہے تو فون سے آواز کی گرمی اور ملاقات کی حرارت منتقل ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ اس زمانہ کو گاڑیوں اور ہوائی جہاز پر قیاس کرتے ہوئے تیزی کے زمانہ سے موسوم کرتے ہیں، فون کے نمبر ڈائیل کرتے ہی مطلوبہ شخص حاضر ہو جاتا ہے، آپس میں گفتگو ہوتی ہے، تبادلہ خیال ہوتا ہے اور کسی مسئلہ پر اتفاق ہوتا ہے۔

فون استعمال کرنے کے لیے چند ہدایات ذیل میں پیش کی جارہی ہیں:

- اپنے فون کو ڈائریکٹری سے مربوط کیا جاسکتا ہے جس میں اہم فون نمبر لکھے جائیں۔ اپنی ضرورت کے آدمی کا نمبر تلاش کرنے کے لیے صرف بٹن دبانا کافی ہوتا ہے جس کے بعد ایک ہی بٹن دباتے ہی اس آدمی کا نمبر خود بہ خود ڈائیل ہو جاتا ہے، اس سے محنت بھی بچتی ہے اور وقت کو منظم کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔
- اپنے فون کو ایسے آلہ سے مربوط کیا جاسکتا ہے جس میں آنے والے فون کی باتیں ریکارڈ ہو جاتی ہیں جس کو مناسب وقت پر سنا جاسکتا ہے، اسی طرح آٹو میٹک میسیج بھی ٹیپ کر کے رکھا جاسکتا ہے کہ بعد میں فون کیا جائے یا فلاں وقت یا دوسرے نمبر پر فون ملایا جائے یا کوئی پیغام دینا ہو تو بتائیے وغیرہ۔
- جن لوگوں سے رابطہ کرنا ہے ان کے فون نمبر اپنے معاون کے حوالہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ یہ نمبر ڈائیل کرے اور جب مطلوبہ شخص ملے تو مشترکہ فون پر بات کرائے۔
- اگر تم کو کسی اہم مسئلہ کے بارے میں گفتگو کرنا ہو تو اس کے ضروری کاغذات پہلے ہی ایک

جگہ جمع کرلیں تا کہ کم سے کم وقت میں مطلوبہ بات مکمل کی جا سکے، گفتگو کے اہم نکتوں کو لکھنے کے لیے قلم اور کاپی بھی فون کے قریب ہی رکھنا چاہیے۔

مناسب اوقات میں فون سے رابطہ کرے، اسی طرح رابطہ کرنے والوں کو یہ بھی بتایا جاسکتا ہے کہ رابطہ کا بہترین وقت فلاں ہے۔

اس طرح تم اس عظیم نعمت سے استفادہ کر سکتے ہو جو دور رہنے والے کو قریب اور مشکل کام کو آسان کرتی ہے اور بالمشافہ مسائل پر گفتگو کی جاسکتی ہے۔

نعمت کا استعمال اس کے حقیقی مقصد کو چھوڑ کر دوسرے مقاصد کے لیے کیا جاتا ہے تو یہی نعمت عذاب بن جاتی ہے، مثلاً فون نعمت ہے، کبھی یہ بے کار باتوں، وقت گزاری اور اداروں و افراد کو پریشان کرنے کے لیے استعمال کیا جائے تو کام ٹھپ پڑتے ہیں اور وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ بغیر مقصد گفتگو کرنا، وقت گزاری کے لیے بولنا اور اس ضمن میں ہونے والی غیبتیں اور چغلیاں ایسی باتیں ہیں جن سے اسلام نے منع کیا ہے۔

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ (النساء:۱۱۴)

''لوگوں کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں رہتا، مگر اس شخص کی سرگوشی میں جو صدقہ یا بھلائی یا لوگوں کے درمیان صلح کرنے کا حکم دیتا ہے۔''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے ایسے لوگوں کا تذکرہ کیا گیا جو بغیر مقصد بہت زیادہ بولتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''ان لوگوں کے لیے کام کرنا مشکل ہوا تو ان کے لیے گفتگو کرنا آسان ہوا'' انسان اس مصیبت سے کسی سودمند کام میں مشغول رہ کر اور مناقشہ بحث و مباحثہ سے اجتناب کر کے ہی بچ سکتا ہے چاہے وہ حق ہی پر کیوں نہ ہو۔

۳-ملاقات کے لیے آنے والے

کام کرنے والے شخص کے لیے ملاقاتیں اس کو پیش آنے والی اہم مشکلات میں سے ہے۔ یہ مصیبت مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر وجود میں آتی ہیں:

- وقت کی تنگ دامانی کی وجہ سے ملاقات کا کوئی وقت متعین نہ کرنا۔
- ملاقات کے لیے آنے والا فرد اس بات کو نہیں سمجھتا کہ کام کی جگہ، گھر اور پارک یا کلب وغیرہ جگہوں کے درمیان فرق ہے، دفتر میں گفتگو دفتری کاموں سے متعلق ہونی چاہیے، ہنسی مذاق اور دوستانہ گفتگو کا وقت الگ رہتا ہے اور اس کی جگہ بھی دوسری رہتی ہے۔
- اخیر میں ملاقات کا کوئی مثبت نتیجہ یعنی محبت کی تکمیل، کسی مفاد کی ضمانت یا مودت واخوت میں اضافہ وغیرہ نہ ہو تو اس سے فائدہ سے زیادہ نقصان ہوتا ہے۔

ان تمام مسائل کے حل کے لیے اور ملاقات کے حقیقی مقصد تک پہنچنے کے لیے ذیل کی ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے:

۱- اگر تمھارا کوئی دفتر ہو تو سکریٹری کو ملاقات کے لیے توجہ دینی چاہیے، تمھارے ساتھ ملنے آنے والے افراد کے نام اور ان کی ضرورتوں کو پیش کرنا چاہیے، جس کی ملاقات کا وقت مقرر ہو اس کو پہلے بھیجنا چاہیے، بعض زائرین کو زیادہ وقت کی ضرورت رہتی ہے اور بعض افراد اپنی ضرورتوں کو جلد نمٹا سکتے ہیں۔ مثلاً کوئی وصیت نامہ لکھنا یا کسی شخص سے فون پر گفتگو کرنا وغیرہ۔

جلدی نپٹائی جانے والی ضرورتوں کے افراد کو پہلے موقع دینا چاہیے۔

۲- دو افراد کو ایک ساتھ اندر نہ بلایا جائے، اگر دونوں کا مسئلہ یکساں ہو تو کوئی حرج نہیں، ایک کا کام ہوتے ہی اپنے معاون سے دوسرے شخص کو اندر بھیجنے کے لیے کہا جائے، اس سے اندر موجود شخص کو اپنی ملاقات کے ختم ہونے کا احساس ہو جائے گا۔

۳- جب تمھارے پاس دو آدمی بیٹھے ہوں، دونوں کے مسائل الگ الگ ہوں تو ایک سے باہر جانے کی درخواست کرے، ایک کا مسئلہ حل ہونے کے بعد دوسرے کو بلائے، اگر شروع میں اس کو باہر جانے کی وجہ سے ناگواری ہوئی ہوگی تو اپنا مسئلہ حل ہونے کے بعد اس کو راحت ملے گی اور اس کو احساس ہوگا کہ دونوں کے مسائل حل کرنے کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔

۴- اپنی ملاقات کا وقت متعین کرنے کی کوشش کیجیے، مثلاً ہر وقت ملاقاتی سے کہا جائے کہ ظہر کے بعد ملاقات ہوگی، اس طرح وقت کا بڑا حصہ بچ جائے گا۔

ملاقات کی اہمیت

ملاقات کو منظم کرنے اور وقت بچانے کے لیے یہ سب کارروائیاں کی جاسکتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہر ایک کے لیے ضروری ہے کہ آنے والے شخص کا استقبال کرے اور مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ ملے (اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی صدقہ ہے)، اس انداز سے پیش آئے کہ اس کو محبت اور اخوت کا احساس ہو۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ط

(البقرہ:۲۶۳)

''بہترین بات اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف دی جائے۔''

- ملاقات کے لیے آنے والے کی بات دل چسپی سے سننا چاہیے، چاہے اس بات کا تم سے کوئی تعلق ہی کیوں نہ ہو۔
- ایک مرتبہ ایک بوڑھا شخص میرے پاس آیا، وہ چوتھی منزل تک چڑھ کر آنے کی وجہ سے تھکاوٹ سے ہانپ رہا تھا، اس نے مجھ سے پوچھا: یہاں آسامیوں کے لیے درخواستیں دی جاتی ہیں؟ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس کو بیٹھنے کے لیے کہا اور ایک فنجان چائے پلائی، اس دوران اس کی تھکن دور ہوگئی، اس کے بعد میں نے اس کو درخواستیں جمع کرنے کی جگہ پہنچا دیا۔
- کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص تمھارے پاس آتا ہے، وہ پریشان کن مسئلہ سے دوچار رہتا ہے اور جانتا بھی ہے کہ تم اس مشکل کو حل نہیں کر سکتے، اس کے باوجود وہ چاہتا ہے کہ تم اس کا مسئلہ سنو اور کوئی نہ کوئی مشورہ دو، یہ مسئلہ اس کو پریشان کیے ہوئے ہوتا ہے، ایسے وقت اس کے حسن ظن کے مطابق تعاون کرنا ضروری ہے (تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی ضرورت پورا کرنے کے لیے کوشش کرے اس کے لیے یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ میری اس مسجد میں ایک مہینہ اعتکاف کرے)۔

بھروسہ پیدا کرنا، محبت کا اظہار کرنا اور دوسروں سے تعاون کرنا ضروری ہے تاکہ لوگوں کو اطمینان اور یقین ہو جائے کہ دنیا میں ابھی خیر باقی ہے۔

جب تم دوسروں سے ملاقات کرنے جاؤ

جس طرح تم چاہتے ہو کہ وقت لے کر تمھاری ملاقات کی جائے، ملاقات مختصر ہو اور نظام کے مطابق تمھاری زیارت کی جائے، دوسروں سے ملاقات کرتے وقت بھی ان ہی چیزوں پر عمل کرنے کی کوشش کرو، فون کر کے ملاقات کا مناسب وقت معلوم کرلو، تمام دستاویزات اور سابقہ ملاقاتوں میں ہوئی گفتگو کا خلاصہ یہ سمجھ کر اپنے ساتھ لو کہ یہ آدمی موضوع گفتگو کو بھول بھی سکتا ہے اور اس سے موضوع پر نظر ثانی کرنا بھی آسان ہوتا ہے۔ انتظار میں عار محسوس نہ کرو، ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو وقت لیے بغیر اور اجازت کے بغیر ہی اندر داخل ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو نظام سے بالاتر سمجھتے ہیں، اس دوران سیکرٹری کے ساتھ رابطہ کی کوشش کرو، ایک طرف اس کا کام آسان ہو جائے گا اور دوسری طرف تمھارا کام بھی آسان ہو جائے گا۔

لیکن معاشرتی ملاقاتیں جو ہم اپنی اولاد، رشتہ دار، پڑوسیوں یا دوسرے قریبی لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں وہ انسانی عادت میں شامل ہیں، خاندانی اور معاشرتی تعلقات کو پائیدار اور مستحکم بنانے میں اس کا بہت بڑا رول ہوتا ہے، اگر ہم ان ملاقاتوں میں کسی مقصد کو پیش نظر رکھیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی صرف اللہ کی خاطر اپنے بھائی کی ملاقات کو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو کہتا ہے: تم اچھے ہو، تمھارا چلنا اچھا ہے اور تم نے جنت میں اپنا ٹھکانہ بنالیا۔''

ان ملاقاتوں کو مفید بنانے اور منفی اثرات سے پاک کرنے کے لیے مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے۔

- ملاقات سے پہلے انسیت ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا (النور: ۲۷)

''اے ایمان والو! اپنے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہونا جب تک تم ان سے مانوس نہ ہو جاؤ۔''

- حتی الامکان مختصر ملاقات کرو، اپنے اوقات کو برباد کر کے خود اپنی زندگی برباد کرنا جائز نہیں۔ ''اگر تمھارا کوئی کام ہو تو اس کو کم سے کم وقت میں مکمل کرو۔''

۴- اجتماعات

یہ سب سے اہم مسئلہ ہے جو منظم کرنے اور نظر ثانی کا سب سے زیادہ محتاج ہے، اسی پر ہمارے بہت سے کام اور سرگرمیاں موقوف رہتی ہیں بلکہ بعض اوقات اس پر تحریکوں اور جماعتوں کا انجام موقوف رہتا ہے، اس سے بھی آگے بڑھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ قوموں اور خاندانوں کا انجام موقوف رہتا ہے، اس میں مختلف شعبوں کے سربراہوں کے ساتھ کاموں کی ترقی پر گفتگو اور اس کے مثبت و منفی اثرات پر تبادلہ خیال کے لیے منعقد کی جانے والی میٹنگیں بھی شامل ہیں اور ملکوں کے سربراہوں کے اجتماعات بھی داخل ہیں۔ تیسری دنیا میں یہ تمام اجتماعات سطحی انداز میں منعقد ہوتے ہیں جو ہمارے ملکوں کی پس ماندگی اور ہماری تحریک کے منفی امور پر روشنی ڈالتے ہیں۔

ان کمیٹیوں کے منفی امور ان کی تشکیل ہی میں پوشیدہ رہتے ہیں، دراصل بلند معیاروں میں جس معاملہ پر تبادلہ خیال کیا جاتا ہے اس کی متابعت اور نفاذ کی نگرانی کے لیے مخصوص فنی کمیٹی کے حوالہ کیا جاتا ہے، اس طرح یہ کمیٹی بڑے اداروں کے کاموں کی تکمیل اور انجام دہی میں معاون بنتی ہیں لیکن آج اعلیٰ، متوسط اور کم درجہ کی تمام کمیٹیوں میں ایک ہی قسم کے افراد رہتے ہیں، وہی اپنی میٹنگوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ چکر لگاتے رہتے ہیں، بالآخر یہ کمیٹیاں کمزور ہو کر ختم ہو جاتی ہیں۔

میں نے بڑی اہم میٹنگوں میں شرکت کی ہے، ادارہ کے ایک شعبہ کے لوگ شریک ہوتے ہیں تو دوسرے شعبہ کے لوگ غیر حاضر رہتے ہیں، کیوں کہ دعوت نامہ یا ایجنڈا اب تک نہیں پہنچتا، جب میٹنگ کا وقت متعین کیا جاتا ہے تو وقت مقررہ سے ایک دن یا دو دن پہلے خبر دی جاتی ہے، جس کی وجہ سے مدعو دوسرے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور اس میٹنگ میں حاضر نہیں ہو سکتے۔ کبھی ایجنڈا کے بغیر ہی میٹنگ شروع ہوتی ہے جب کہ حاضرین بھی کبھی تبادلہ خیال

کیے جانے والے امور پر غور وخوض کیے بغیر حاضر ہوتے ہیں، کبھی سابقہ میٹنگوں کے دستاویزات اور کاغذات بھی میٹنگ میں موجود نہیں رہتے۔

ماہرین کی عدم موجودگی، پوری تیاری کے ساتھ حاضر نہ ہونا، ایجنڈا اور کمیٹی کے دستاویزات کی عدم موجودگی سے گفتگو یادوں اور نظریات میں تبدیل ہوجاتی ہے اور میٹنگ بغیر کسی فائدہ کے ختم ہوجاتی ہے اور شرکاء مطمئن ہوئے بغیر لوٹ جاتے ہیں۔

ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے، دنیا کے کونہ کونہ میں چھوٹے سے چھوٹے ذمہ دار سے لے کر دنیا کے سب سے بڑے ذمہ دار کی یہ میٹنگیں بہت اہم ہوتی ہیں، ترقی یافتہ دنیا میں بڑے لوگوں کے اجلاس منعقد ہونے سے پہلے ماہرین مختلف کمیٹیوں میں اقتصادی، سیاسی، فکری، ابلاغی اور تحریکی امور سے متعلق اپنے نظریات جمع کرتے ہیں، پھر میٹنگ ہوتی ہے تو کسی ایک احتمال کو ترجیح دینی ہوتی ہے، جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے ہم صرف اس کی قدر وقیمت سے صرف ناواقف ہی نہیں ہیں بلکہ ہم میں خوداعتمادی ہی نہیں ہے، کیوں کہ ہمارے عہدیدار اپنے عوام اور متبعین سے ملاقات ہی کرنا نہیں چاہتے جس کے نتیجہ میں افکار وخیالات ضائع ہوجاتے ہیں۔

مخصوص کمیٹیوں کی حیثیت اپنے کاموں کو انجام دینے کے لیے اسی کام کے لیے فارغ مستقل اداروں کی سی ہوتی ہے جو بہترین عناصر کو اکٹھا کرتی ہیں اور اہم معلومات کو جمع کرتی ہیں، بہترین تحقیقات صادر کرتی ہیں، کاموں کا منصوبہ بناتی ہیں، منصوبہ پر اتفاق کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں بہترین ثمرات اور نتائج نمودار ہوتے ہیں بلکہ ثمرات کی روشنی میں وہ کمیٹیاں منصوبہ کا تجزیہ کرتی ہیں۔

موجودہ زمانہ میں اثر انداز ہونے کے اصول بدل چکے ہیں، پرانے زمانہ میں ایک ہزار تیروں سے مسلح فوج پانچ سو تیروں سے مسلح فوج پر غالب آجاتی تھی، لیکن آج دس افراد پر مشتمل چھوٹا سا مرکز معقول اور سمجھ میں آنے والی سیاسی تحقیقات صادر کرتا ہے تو وہ پوری دنیا کے لاکھوں افراد کی رہنمائی کرسکتا ہے، اسی طریقہ کار کو اپنا کر دنیا کی تمام قوموں میں یہودی سب سے زیادہ اثر انداز ہورہے ہیں، وہ بے کار کی باتوں میں الجھے نہیں رہتے۔

مجھے استاذ نجم الدین اربکان نے بتایا کہ ترکی کی قومی سلامتی کونسل کی میٹنگوں میں کاموں کی فہرست پہلے ہی مقرر رہتی ہے، اس فہرست کے ہر ایجنڈے سے متعلق کونسل کا سکریٹری

ایک حل پیش کرتا ہے پھر کئی حل سامنے آتے ہیں، اس طرح ہر ایجنڈے پر ہوتا ہے، پہلے ہی کاموں کی فہرست دقیق انداز میں تیار کی جاتی ہے اور ہر معاملہ کے تمام ممکنہ احتمالات کو جمع کیا جاتا ہے۔

ہم اپنے اقتصادی نظریات کس طرح قائم کریں؟

ہم اپنی سیاسی تجاویز کس طرح صادر کریں؟

کیا ہم نے کبھی اپنے پاس پہنچنے والی خبروں کی تحقیق کی ہے کہ یہ واقعات حقیقتاً پیش آچکے ہیں یا صرف خیالی وجذباتی ہیں جن کو دشمنوں نے ہماری پالیسیوں اور تجاویز پر اثر انداز ہونے کے لیے مشہور کردیا ہے؟

ہمارے ذرائع ابلاغ کی کیا پالیسیاں ہوں؟

کیا ان علاقوں میں ہمارے نامہ نگار موجود ہیں جہاں مسلمان عالمی سازش کا بری طرح شکار ہورہے ہیں؟

کیا دشمنوں کے سلسلہ میں ہمارے خیالات اور موقف میں اتحاد ہے؟

کیا ہم دنیا کی سبھی تحریکات آزادی اور ان سے منسلک تمام افراد کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

دنیا میں پائی جانے والی مسلم اقلیتوں کے بارے میں کیا ہمارا موقف ایک ہی ہے، ان کا تعاون اور اپنے ملکوں میں ان کے کردار کے سلسلہ میں ہماری مشترکہ رائے ہے؟

ہزاروں سوالات کیے جاسکتے ہیں، سب کے جوابات تعجب کے منفی نشانات پر مشتمل ہوں گے، یہ سب وسائل اور صلاحیتوں کی کمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ بعض مرتبہ ان کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

کسی بھی ادارہ، تحریک، جماعت، حکومت اور پارٹی کی زندگی اور بیدار مغزی کی دلیل یہ ہے کہ ان میں ایسی مخصوص کمیٹیاں اور ادارے ہوں جو واقعات کی نگرانی، ان کے تجزیہ، ان کو مرتب کرنے اور تجاویز اختیار کرنے والوں تک ان کو پہنچانے کے کام کے لیے فارغ ہوں، اسی وقت ان کی تجویز ناقص ہونے کے بہ جائے جس پر گمان اور خواہش کا غلبہ ہوتا ہے حقیقی اور زمانہ کے مطابق تجویز بنے گی۔

۵- کانفرنس

کانفرنس ترقی یافتہ سوچ کی دین ہے۔جس میں متنوع سرگرمیوں اور خیالات کے لوگ ایک ہی جگہ پر مقررہ تاریخ میں مقررہ پروگرام کے مطابق جمع ہوتے ہیں، اس میں مفکرین آتے ہیں اور اپنی سرگرمیوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں، اس دوران تبادلہ خیال اور مناقشے ہوتے ہیں جس سے پیش کی گئی فکر اور سوچ زیادہ واضح ہو کر سامنے آتی ہے، ان کانفرنسوں میں کی جانے والی صرف تقریروں اور تبادلہ خیال و مناقشہ سے ہی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ کانفرنس کی فضا، اس میں شریک افراد اور ذمہ داران کے سلوک سے فائدہ اٹھا کر شریک ہونے والا ہر فرد نئی روح، واضح تصورات اور بلند و فعال نفسیات کو اپنے دامن میں سمیٹ کر واپس لوٹتا ہے، اس میں وہ نشاط و سرگرمی اور فعالیت کو اخذ کرتا ہے گویا اس حیثیت سے اس کی نئی پیدائش ہوتی ہے۔

ان دنوں ہر جگہ موضوع بحث اسلامی بیداری ہے، اسلامی بیداری نوجوانوں کے ذریعہ ہی آسکتی ہے، جب تم کسی مسجد میں جاؤ گے اور اس کو بوڑھوں سے بھری پاؤ گے تو منفی اثر لے کر واپس آؤ گے، کیوں کہ بوڑھا مسجد کے علاوہ کسی دوسرے میدان کے کام کا ہے ہی نہیں، اگر مسجد نوجوانوں سے بھری ملے گی تو اللہ کی تعریف اور شکر کرو گے اور تمھیں یقین ہوگا کہ اس شہر میں خیر ہے، کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نوجوانوں نے اپنی دل چسپی کو لات مار کر مسجد کا رخ کیا ہے تا کہ اپنی اسلامی شخصیت کو یقینی بنائے، نوجوانوں کی بیداری کانفرنسوں کے ذریعے وجود میں آئی ہے، مسلم طلباء تنظیموں کے عالمی فیڈریشن جس نے اس طرح کی کانفرنسیں منعقد کی ہے اور اس میں تعاون کیا ہے کا اس بیداری کو غذا اور طاقت پہنچانے میں بڑا کردار ہے، جس نے اسلامی تحریکات کو فطری گہواروں کی طرح اپنا بنالیا ہے۔

کانفرنس سے اس کے متوقع نتائج و ثمرات حاصل کرنے اور اس کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے۔

۱- کانفرنس کی منصوبہ بندی ہو، اچانک کانفرنس نہ بلائی جائے بلکہ اس کے مقاصد اور پروگرام پہلے سے طے ہو۔

۲- کانفرنس اپنے موضوع کے اعتبار سے کامل ہو۔ ایک ہی موضوع پر بار بار کانفرنس نہ رکھی

جائے بلکہ ترقی کے موضوع پر الگ کانفرنس ہو، کسی نظریہ کے لیے الگ کانفرنس ہو، منصوبہ بندی کے لیے الگ اور سیاست کے لیے الگ ہو وغیرہ۔

۳- کانفرنس سے خطاب کرنے والوں کا انتخاب بڑی توجہ اور باریکی سے کیا جائے، کانفرنس کے ذمہ دار اس بات کے عادی ہو گئے ہیں کہ صرف علم، شہرت یا علمی و اسلامی مرتبہ و مقام یا مشہور خطیب ہونے کی وجہ سے اپنے ملکوں سے مقررین کو بلاتے ہیں، بلاشبہ یہ کام بڑا مفید ہے، جس سے نئی نسل اپنے اساتذہ سے رابطہ کرتی ہے اور مقررین نئی نسل کی سرگرمیوں سے واقف ہوتے ہیں جس کے نتیجہ میں دونوں گروہ کو فائدہ ہوتا ہے لیکن انتخاب میں گہرائی سے کام نہ لینے کی صورت میں کانفرنس کو کبھی کبھار مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

- اس مقرر کو اپنے ملک میں کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے تو وہ کانفرنس میں اس کو پیش کرتا ہے جس کے نتیجہ میں کانفرنس پر منفی اثرات پڑتے ہیں کیوں کہ وہ اس کانفرنس کا موضوع بحث ہی نہیں رہتا، جس سے لوگ بٹ جاتے ہیں جوان کی وحدت اور قوت پر برا اثر ڈالتی ہے۔

- کوئی مقرر ایسے ملک کا باشندہ رہتا ہے جہاں کے وسائل اور طریقے غیر ترقی یافتہ رہتے ہیں، جس کے نتیجہ میں اس کی فکر اور رہ نمائی کرنے کا اسلوب محدود رہتا ہے، وہ ایسے فکری مسائل کو چھیڑتا ہے جن کی انتہا پسندی اور اصولوں سے انحراف کی وجہ سے زمانہ ان کے ختم ہونے کا فیصلہ کب کا سنا چکا ہوتا ہے، لیکن یہ مقرر کتابوں کی تہہ یا اپنے ملک کی پس ماندگی کے دائروں سے ان کو کھود کھود کر نکالتا ہے تا کہ ان کو کانفرنس میں پیش کیا جائے جہاں اسلامی دنیا کے بہترین نوجوان جمع رہتے ہیں جو دنیا کی بڑی بڑی یونی ورسٹیوں میں ترقی یافتہ علوم پڑھ رہے ہوتے ہیں، جس کے نتیجہ میں کانفرنس میں ایسے سوالات اٹھتے ہیں جس سے امت کی تاریخ کی برائیاں سامنے آتی ہیں اور مسلمانوں کی وراثت پر بھروسہ اور اعتماد کمزور پڑ جاتا ہے۔

اسی وجہ سے بڑے اہتمام سے مقرر کا انتخاب کرنا چاہیے، پہلے اس کے ساتھ موضوع پر اتفاق کیا جائے اور وہ اس پر مقالہ تیار کر کے کانفرنس کے ذمہ داران تک پہنچائے، جب اس کا

مقالہ منظور کیا جائے تو مقرر یا محاضر کو بلایا جائے ورنہ اس سے معذرت کی جائے۔

مقرر یا محاضر کے اچانک انتخاب سے انتشار ہوتا ہے، اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں اور کم زور افکار و نظریات پھیلنے لگتے ہیں، جس کے نتیجہ میں ایک جماعت کئی جماعتوں اور ایک تنظیم مختلف پارٹیوں میں بٹ جاتی ہے۔

۴- کانفرنس کے لیے قوم کے مختلف طبقات پر توجہ دینے والے موضوعات متعین کیے جائیں، جن سے امت کے مختلف مسائل کا علاج اور مداوئی ہو، اور اس میں حاضر ہونے کی ہر اس شخص کو دعوت دی جائے جو حاضر ہوسکتا ہو، اور ان امور پر علمی روح کے ساتھ بحث اور تبادلہ خیال کیا جائے، تعصب اور گروہ بندی سے بچا جائے، کیوں کہ کانفرنس میں بہترین بات کو بلند معیار تک پہنچانے کا موقع رہتا ہے، اس کے ساتھ ہر وہ شخص ہم آہنگ ہوتا ہے جو اس امت کی بھلائی چاہتا ہے، اگر ہم ان موضوعات پر غور کریں جن پر اسلامی اور طلباء کی کانفرنسوں میں بیس سالوں کے دوران تبادلہ خیال ہوا ہے اور جن کے متعلق تحریک اسلامی کے اجتماعات میں گفتگو ہوئی ہے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ مکمل طور پر وہی موضوعات ہیں جن کے بارے میں اسلامی ذہن رکھنے والے افراد اپنے گھروں اور مجلسوں میں تبادلہ خیال کرتے رہے ہیں، میں ان تحقیقات سے واقف ہوں جن کو بعض غیر اسلامی کانفرنسوں کے بعد نشر کیا گیا ہے، یہ تحقیقات بہت ہی اہم ہیں، ان میں گہرے اور مفید موضوعات پر بحث کی گئی ہے اور یہ تحقیقات کتابوں کی شکل میں شائع بھی ہوئی ہیں جو آج محققین کے لیے مراجع کی حیثیت رکھتی ہیں، اس کے مقابلہ میں ہماری کانفرنسوں نے علم و معرفت اور ٹیکنالوجی کے میدان میں کون سی تحقیقات پیش کی ہیں، ہمارے اہم اجتماعی، سیاسی اور اقتصادی مسائل کا کیا حل پیش کیا ہے؟

۶- بہت سی کانفرنسوں میں قرار دادیں اور تجاویز بند کمروں میں طے کی جاتی ہیں اور کانفرنس میں موجود تمام شرکاء کے سامنے ان کو اچانک پیش کیا جاتا ہے، اگر ان نتائج کو بعض اصول پسند لوگ قبول بھی کر لیتے ہیں تو دوسروں کو اپنی حق تلفی اور اپنی موجودگی و عدم موجودگی دونوں کے یکساں ہونے، اپنے دوسرے نمبر کے شہری ہونے اور کانفرنس کے ساتھ ان کا تعلق سطحی ہونے کا احساس ہوتا ہے، بلکہ کبھی نتائج مکمل طور پر منفی سامنے آتے ہیں، اس

طریقہ کار کو بدلنے اور کانفرنس میں موجود تمام افراد کو بغیر دباؤ اور کسی کے حکم کے بغیر اپنی بات کہنے کا حق دینے کی ضرورت ہے، اس صورت میں ہم دوسروں کے ووٹوں کے ساتھ دل بھی جیت سکتے ہیں۔

۷- ہم پر عجیب و غریب احساس غالب رہتا ہے کہ ہر فیڈریشن، پارٹی اور عام سرگرمیوں میں اسلام پسند افراد ہی کا مکمل غلبہ اور قبضہ ہونا چاہیے۔ (سب کچھ یا کچھ بھی نہیں کا اصول) خدا کی قسم یہ سیاست، ذہانت اور مصلحت کے خلاف ہے، صحیح بات یہ ہے کہ تمام سیٹوں پر قبضہ کرنے کا منصوبہ نہ بنایا جائے بلکہ کوشش یہ کی جائے کہ انتظامی کمیٹی میں تمام رجحانات کی نمائندگی ہو (شرکت کا اصول ہو، غلبہ کا اصول نہ ہو) کیوں کہ ان لوگوں کے قریب سے تبادلہ خیال کا موقع ملنا دور سے ان کی دشمنی کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

کانفرنس کا مطلب یہ ہے، دعوت اور داعی کی زندگی میں اس کی بڑی اہمیت ہوتی ہے، ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس پر توجہ دیں اور پورے بھروسہ و اعتماد اور توجہ کے ساتھ اس کو منعقد کریں، یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہیے کہ فلسطین پر قبضہ کرنے سے پہلے اسرائیل کا قیام ایک کانفرنس میں طے ہوا تھا، بہت سی انقلابی تحریکات کی ابتداء کانفرنس ہی سے ہوتی ہے پھر وہ اپنے آپ کو ثابت کرتی ہیں۔

۶- اسفار

تحریکات اسلامی سے وابستہ شخص کے لیے سفر ضروری ہے، اسی طرح کمیٹیوں، کانفرنسوں اور کیمپوں کی نگرانی، ان میں شریک ہونے، محاضرہ دینے یا ان کا انتظام کرنے والے کے لیے بھی سفر ضروری ہے۔ بنیادی طور پر سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے، بہت سے موقعوں پر مسافر کو تھکن اور پریشانی کا احساس ہوتا ہے، اس کو ہر طرف سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی وجہ سے ہم ان بھائیوں کو مندرجہ ذیل امور اور ہدایات کی وصیت کرتے ہیں جو مسلسل سفر میں رہتے ہیں۔

۱- بہت دنوں پہلے ہی سے اپنے سفر کی منصوبہ بندی کریں، ویزا کا بندوبست کریں اور مناسب فلائٹ میں اپنا ٹکٹ بک کرائیں، جہاں کا سفر ہو وہاں کے لوگوں سے رابطہ کر کے اپنے آنے کے وقت کے بارے میں بتا دیں تاکہ وہ ایئرپورٹ پر استقبال کے لیے آئیں اور

حتی الامکان قیام اور پروگراموں کا انتظام کریں، ان تمام امور سے مسافر کو بڑا تعاون ملتا ہے اور اس کا بڑا وقت بچ جاتا ہے۔

۲- سفر کا کوئی واضح مقصد ہو، رفقاء کار اور ساتھیوں سے متعارف ہونے کے لیے، محاضرہ دینے کے لیے یا محاضرہ سننے اور تبادلہ خیال کے لیے یا کسی کانفرنس یا کیمپ کے انتظام کے لیے وغیرہ، کیوں کہ ان میں سے ہر ایک قسم کے سفر کے لیے الگ الگ تیاری کرنی پڑتی ہے اور اپنے ساتھ ضروری وسائل، دستاویزات اور کاغذات رکھنے پڑتے ہیں۔

۳- سفر زندگی کے مدرسہ کا بڑا اہم موضوع ہے، اسی وجہ سے مسافر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی یادداشت کی ڈائری میں سفر کے مناظر، تاریخ اور اس سے متعلق چیزوں کو نوٹ کر لے، مثال کے طور پر جب بیس سال بعد ان یادوں پر مشتمل ڈائریاں جمع ہو جائیں گی تو زندگی کے مدرسہ کے اسفار مل کر بہت بڑا سفر بن جائے گا۔

۴- مسافر، افراد سے رابطہ کرنے، ان سے متعارف ہونے، ان کے پتے لینے اور ان کے ساتھ گھل مل جانے کے لیے اپنے وقت کو غنیمت جانے، اگر کانفرنس کے ذمہ داران اس کے لیے دوسرے نمائندوں کے مقابلہ میں اچھے کھانے، پینے یا قیام کا بندوبست کریں تو اس پر راضی نہ ہو، ضروری یا خاص حالات ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۵- بہت سے موقعوں پر مسافر ایئر پورٹ پر اپنی فلائٹ کے انتظار میں گھنٹوں گزار دیتا ہے، اس وقت کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے اس کی پہلے سے منصوبہ بندی کرنا اور مطالعہ وغیرہ سے اس سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔ میں بہت سے ایسے افراد سے واقف ہوں جنھوں نے اس طرح کے ضائع ہونے والے اوقات سے استفادہ کر کے اپنے مقالے، محاضرات اور کتابیں تحریر کی ہیں۔

۶- جس ملک کا آپ سفر کر رہے ہیں یا جہاں سے گزر رہے ہیں وہاں کے جاننے والوں کے پتے اور فون نمبر ضرور لیں، ایئر پورٹ سے ان ساتھیوں اور بھائیوں سے رابطہ کرنا تمھارے سفر کا زائد فائدہ ہوگا۔

سفر میں مشکلات اور تھکاوٹ ہونے کے باوجود اس سے نئی طاقت ملتی ہے اور جذبہ کو نیا خون ملتا ہے، اس کے علاوہ بھی بڑے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں، اگر اس کی صحیح منصوبہ

بندی کی جائے اور سفر کے اوقات سے استفادہ کیا جائے تو اس کے بے انتہا فائدے حاصل ہوتے ہیں، ایک بہت پرانی کہاوت ہے "سفر کرو نئے بن جاؤ"۔

۳- راحت اور آرام کے لیے وقت

راحت و آرام، دل بہلانے اور ورزشی سرگرمیوں اور کھیلوں پر عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی اور اس کو اہم نہیں سمجھا جاتا اور اس کے لیے مناسب اور کافی وقت مخصوص نہیں کیا جاتا، جب ہمارے پروگراموں میں اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو اس دلیل وجت سے اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے، اہم کام راحت کے اوقات میں ہو جاتے ہیں اور اس طرح کی دوسری باتیں کہی جاتی ہیں۔

اس موضوع پر تھوڑی بہت روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

بعض داعی حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ ان کے لائق اور ان کی سنجیدگی کے لیے مناسب نہیں ہے اور ان کے اوقات بہت قیمتی ہیں، اس کا کوئی حصہ ورزش کے لیے نکالا نہیں جا سکتا، اگر اس کو نو آموزوں کے لیے جائز کہا جائے تو اہم داعیوں کے لیے اپنا وقت ورزش کے لیے نکالنا جائز ہی نہیں ہے۔

اس طرح کے غلط تصورات کا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے بلکہ یہ سلوکی اور تطبیقی بیماریوں کا ایک حصہ ہے۔ انتظامی امور کے ماہر علماء کہتے ہیں کہ جب جسم خود تم کو بھوک اور پیٹ خالی کرنے کی ضرورت کا احساس دلاتا ہے تو ایسے ہی کھانے کی طرح ورزش بھی ضروری ہے، اس سے چھٹکارا نہیں، وقت کو منظم کرنے والے کسی بھی منصوبہ کا وہ لازمی جزء ہے، بہت سے کام کرنے والے لوگوں کی کامیابی کا بنیادی سبب اور راز یہ ہے کہ وہ منظم ورزشی سرگرمیوں اور کھیلوں کے ذریعہ اپنے جسم کی حفاظت کرتے ہیں اور اس پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔

اگر انتظامی امور کے ماہرین یہ بات کہتے ہیں تو ہمارے دین نے دوسرے تمام نظاموں سے پہلے اس پر توجہ دی ہے اور اس کو اپنی تعلیمات کا اہم جزء بنایا ہے، اسی دین نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنی اولاد کو تیراندازی، تیراکی اور گھڑ سواری سکھائیں، صرف ایک مرتبہ نہیں بلکہ مسلسل

پروگرام کے تحت سکھایا جائے جس میں اولاد اور والدین برابر شریک رہیں، حدیث میں آتا ہے کہ
''جس نے تیراندازی سیکھی پھر اس کو بھول گیا تو وہ گناہ گار ہے۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تھوڑی تھوڑی دیر بعد اپنے دلوں کو راحت پہنچاؤ کیوں کہ دل کو جب مجبور کیا جاتا ہے تو اندھا ہو جاتا ہے۔'' اگر دوسرے ادیان کی عبادتیں صرف اذکار اور تلاوت سے عبارت ہیں تو ہمارے دین میں عبادت حرکت سے عبارت ہے، نماز میں حرکت، حج کے حرکات اور رمضان کی راتوں کی عبادت کی حرکت اور قیامت تک چلنے والا جہاد مسلمان کی زندگی کو مسلسل فکری اور جسمانی کاموں میں مشغول رکھتا ہے۔

۴۔ مسلم نوجوان کا معاشرتی وقت

ہمارے معاشرہ میں ایک غیر معمولی تضاد پایا جاتا ہے اس پر غور و خوض کرنے اور اس کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ بہت سے مسلمان داعی حضرات اپنے گھروں اور اپنی اولاد کی تربیت میں کامیاب نہیں رہتے۔ لیکن یہ تضاد نگاہوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور اکثر داعی اس نقص کے شکار رہتے ہیں، اس تضاد سے ایک مدت بعد اس داعی کو اپنے سامنے، اپنی اولاد کے سامنے اور اپنے معاشرہ کے سامنے رسوا ہونا اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ دعوت کے کام سے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگتا ہے اور اخیر میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

میں نے ان ہی جیسے ایک داعی کے ساتھ گفتگو کی، وہ گفتگو میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

اس طرح کے کاموں کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے، میں نے اس کو بتایا کہ اس کے گھر والوں کا بھی اس پر حق ہے، اس کی اولاد کے اس پر کچھ حقوق ہیں، یہ بات صحیح نہیں ہے کہ تم دوسروں کے بچوں پر توجہ دو اور اپنی اولاد کو چھوڑ دو کہ تم ان کے بارے میں کچھ جانتے ہی نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کیا نہیں، تو اس نے جواب دیا:

بچے بڑے ہونے اور بچپن ختم ہونے کے بعد اپنے والد کی پیروی کرتے ہیں، میں نے اس سے کہا کہ معاشرتی ملاقاتوں سے بیوی اور بچیوں کے سلوک میں تہذیب و ثقافت پیدا ہوتی ہے، ان کی اصلاح ہوتی ہے اور خاندان کے افراد ایک دوسرے سے واقف

ہوتے ہیں، ملاقات کرنے والوں کے درمیان محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس میں گہرائی آتی ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ ان تعلقات کے لیے وقت کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس طرح کے بے کار کاموں کے لیے داعی کے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں رہتا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟

بچوں کی ہر چیز میں بگاڑ آتا ہے جس کا اثر گھر کے ماحول پر پڑتا ہے، جس کی بدبختی تمام لوگوں میں منتقل ہوتی ہے، یہ بات صحیح ہے کہ

اِنَّکَ لاَ تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ

(القصص:۵۶)

''جس کو تم چاہتے ہو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔''

لیکن کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم ہدایت کے آسمان سے اترنے کے انتظار میں گھروں میں بیٹھے رہیں؟ یا دوسروں کو دعوت دینے سے پہلے اپنے گھر والوں کو دعوت دیں؟ اسی وجہ سے میری رائے ہے کہ ہم حقیقت کی طرف لوٹ آئیں اور اپنی اولاد اور گھر والوں کے لیے ایک وقت متعین کریں اور دعوتی کام کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور اجتماعی کام بھی کریں، مریضوں کی عیادت کریں، رشتہ داروں سے ملاقات کریں، غریب لوگوں کی دادرسی کریں اور محتاجوں کی ضرورتیں پوری کریں، اس معاشرتی سلوک سے ہمارے دلوں میں نیک اور شریف جذبہ پیدا ہوگا، آج کے زمانہ میں دل جذبات سے خالی ہو چکے ہیں یا خالی ہونے کے قریب ہیں، اس طرح کرنے سے حالات سے بھی واقفیت ہو جائے گی، ہمارے اکثر داعی خیالوں میں منڈلاتے رہتے ہیں اور ایسی باتیں کرتے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں رہتا، اس کا سبب کیا ہے؟ اس کا سبب یہی ہے کہ وہ لوگوں سے دور دور رہتے ہیں اور ان کی مشکلات و مسائل سے واقف نہیں رہتے۔

بیس سالوں سے میری ایک آدمی کے ساتھ دوستی تھی، پھر ہم دونوں جدا ہو گئے میں نے اس کے بارے میں جاننے اور اس کے گھر جا کر ملاقات کرنے کی کوشش کی، ہم دونوں ایک ہی جگہ کام کرتے تھے، میں نے اپنا کام چھوڑ دیا تو اس کے ساتھ میرے تعلقات منقطع ہو گئے، جب میں وہاں کام کرتا تھا تو ہم دونوں کی ملاقاتیں ہوتی رہتی تھی لیکن اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے دور ہو رہا ہے، اگر اچانک کہیں ملاقات ہو جاتی تو میں اس سے ملتا اور گفتگو کرتا، اس نے

ایک مرتبہ مجھ سے کہا کہ تم فرقہ پرست ہو، تم اپنے گروہ کے علاوہ دوسرے لوگوں سے ملنا پسند نہیں کرتے اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھروسہ بھی نہیں کرتے۔ میں نے اس سے کہا کہ اسلام اس سے اعلیٰ اور بلند ہے، اس نے کہا: بات تو بھلی ہے لیکن تم لوگ اس کو منطبق نہیں کرتے، جی ہاں، اس دوست کی بات صحیح ہے، ہمارے گروہ اور مزاج کے علاوہ لوگوں سے ہمارے تعلقات منقطع ہوگئے ہیں اور ہم اپنے گروہ کے علاوہ دوسرے لوگوں پر بھروسہ ہی نہیں کرتے، ہمارا خیال ہے کہ ہم ہی حق پر ہیں، اس میں کسی سوال کی گنجائش ہی نہیں کہ کیوں ہم حق پر ہیں؟ اسی طرح ہمارے علاوہ دوسرے باطل پر ہیں، اس میں بھی کسی سوال کی گنجائش نہیں ہے، اس سلسلہ میں بہت سی ہدایات اور تعلیمات تحریری شکل میں ملتی ہیں اور بیانوں میں سننے میں آتی ہیں جن سے اس غلط اصول اور تصور کی تائید ہوتی ہے۔

خود اسلام کے لیے کام کرنے والے افراد کے درمیان بھی تعلقات اچھے نہیں ہیں بلکہ ہر گروہ دوسرے گروہ سے دشمنی اور بغض رکھتا ہے، اس پر الزام لگاتا ہے اور اس میں کام کرنے والے افراد کی نیتوں پر تہمت لگاتا ہے، کبھی آپس میں سلام ہوتا ہے تو کبھی سلام بھی نہیں ہوتا، اور اس کو اللہ کے راستہ میں ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے۔

کون اس طوق سلاسل کو توڑ سکتا ہے؟

ہم میں سے ہر ایک اس طوق کو توڑ سکتا ہے جس کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور اس کے دائرہ میں محدود ہوگئے ہیں۔ جب ہم دوسروں سے اخوت ومحبت سے پیش آئیں گے تو ہم ان کو اخلاق کے اعتبار سے بہترین اور شریف لوگ پائیں گے اور ہمیں معلوم ہوگا کہ ان کے ساتھ پوری مفاہمت اور کامل اتفاق ہے اور اختلافی نکات کی حیثیت جزئی ہے اور تبادلہ خیال سے اختلاف اور دوری ختم ہوجائے گی جس کے بعد تمام مسلمانوں میں عموماً اور اسلامی ذہن رکھنے والوں میں خصوصاً بھائی چارگی اور محبت عام ہوجائے گی۔

میں اس موضوع کو طویل کرنا اور پھیلانا نہیں چاہتا، لیکن میں یہ بات دوبارہ تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ داعی کے لیے اجتماعی ومعاشرتی تعلقات وروابط کے لیے ایک وقت متعین کرنا ضروری ہے اور یہ بات سمجھنی چاہیے کہ ان ہی تعلقات سے اس کا اسلوب صحیح ہوگا اور اس کا طریقۂ کار منضبط ہوگا، اس کی حیثیت ثانوی نہیں ہے اور نہ جائز حد کی ہے بلکہ یہ لازمی ہے جیسا

کہ بعض لوگ اس کو ثانوی درجہ دیتے ہیں۔

کیا تمھیں اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے اور کھیلنے کا تجربہ ہے؟ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ سجدہ کرتے تو حضرت حسنؓ اور حسینؓ آپ کی پیٹھ پر چڑھ جاتے، آپ سجدہ طویل کرتے تاکہ ان کو ناگواری نہ ہو اور اپنی مرضی وخواہش سے ہی پیٹھ سے اتریں، سجدوں کو طویل کرنا نفل نمازوں میں نہیں ہوتا بلکہ جماعت کی نماز میں طویل کرتے تاکہ مسلمانوں کو بھی اس کی تربیت دیں۔

کیا تم نے اس صحابی کے بارے میں نہیں سنا جنھوں نے نبی کریم ﷺ کا بچوں کے ساتھ تعلق، ان کے ساتھ ہنسی مذاق اور ان کو بوسہ دینے کو عیب سمجھتے ہوئے کہا تھا: میرے دس بچے ہیں، میں ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیتا، اس کے جواب میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے میں بڑوں کے لیے انسیت، خاندان والوں کے لیے تربیت ہے اور یہ خاندان کو نہ ٹوٹنے والی محبت کے بندھن میں باندھتا ہے۔

کیا تم نے اپنی اولاد کے بڑے ہونے کے بعد ان کے ساتھ دوست کی طرح رہنے کی کوشش کی ہے؟ تم کو اپنے اور ان کے معاملات میں بھی مشورہ کرنا چاہیے، وہ تم سے مطمئن ہوں اور تم ان سے، مصنوعی تکلف تمھارے درمیان سے ختم ہوجانا چاہیے، اوامر واحکامات کی جگہ محبت پروان چڑھنی چاہیے، ان کے کچھ حقوق ہیں اسی طرح ان کی کچھ ذمہ داریاں ہیں، جس طرح تم چاہتے ہو کہ وہ اپنی ذمہ داریاں ادا کریں وہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ اپنے حقوق حاصل کریں۔

اپنی عقل سے یہ بات نکال دینی چاہیے کہ یہ انسان کی پس ماندہ نوع ہے، ہمارے لیے عار ہے، وہ صرف ولادت، شب زفاف اور مرنے کے بعد قبر لے جاتے وقت ہی اپنے گھر سے نکلتی ہے، وہ کسی کام کوئی رائے پیش کرنے یا کسی سرگرمی کو انجام دینے میں شریک نہیں ہوسکتی، کیا تمھیں اس بات کا احساس نہیں ہے کہ تم دوسروں سے پہلے اس جاہلی تصور کی اصلاح کرنے کے ذمہ دار ہو، تم کو اسلامی آداب کے حدود اور ذوق سلیم اور صحیح قدروں کی مکمل حفاظت کرتے ہوئے عملاً نہ کہ قولاً اس نفسیاتی آڑ اور دیوار کو توڑنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

کیا تم بیوی کو صرف دنیا کا بہترین متاع سمجھتے ہو، جس کے ساتھ جسمانی طور پر مختلف زاویوں سے لطف اندوز ہوتے ہو، اور اس کو صرف اپنی زندگی کی حسین اور خوشی ومسرت لانے

والی چیز، تمھارے گھر اور تمھاری اولاد کی خادمہ سمجھتے ہو؟ یا اس کے ساتھ اسی طرح مشورہ کرتے ہو جس طرح نبی کریم ﷺ مشورہ کیا کرتے تھے، اگر اس کی رائے صحیح ہے تو اس کو مانتے ہو اور اپنے ذہن سے غلط کہاوت کو نکال دیتے ہو ''ان سے مشورہ کرو لیکن اس کے مشورہ کے خلاف کرو''، کیا سخت حالات میں اس کی پناہ لیتے ہو جس طرح نبی کریم ﷺ نے پہلی وحی اترنے کے بعد گھبراہٹ کے عالم میں حضرت خدیجہؓ کی گود میں پناہ لی تھی، وہ آپ کو دلاسہ دے رہی تھی، مشورہ دے رہی تھی اور بہترین رائے دے رہی تھی۔

کیا تمھارے ذہن میں یہ بات کبھی آئی ہے کہ اس کو دعوت کے میدان میں اور معاشرتی کاموں میں سرگرم عمل ہونا چاہیے، دعوت جس طرح تم پر ضروری ہے اسی طرح اس پر بھی ضروری ہے؟ کیا تم نے اپنے بچوں کی کبھی دیکھ بھال کی ہے تاکہ اس وقت اس کے لیے مناسب فضا مہیا ہو، جس طرح وہ دوسرے تمام اوقات میں اپنی اولاد اور گھر بار کے کاموں میں مشغول رہ کر تمھارے لیے مناسب فضا فراہم کرتی ہے۔

ہمارے گھروں میں ہونے والی غلط تربیت کا اثر ہماری بیویوں اور بچیوں پر پڑا ہے۔

کیا تم نے اس عورت کا واقعہ نہیں سنا جس کے والد اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ اس کا عقد کر دیتے ہیں تو وہ اس کو قبول نہیں کرتی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنا قضیہ لے کر پہنچتی ہے تو رسول اللہ ﷺ اس کے شرف اور کرم کا احترام کرتے ہوئے یہ نکاح فسخ کر دیتے ہیں؟ جب وہ آتی ہے تو کہتی ہے: میں اپنی مسلمان بہنوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ وہ اس معاملہ میں صاحب الرائے ہیں اور شریعت ان کی رائے کا احترام کرتی ہے۔

کیا تم نے نہیں سنا اور نہیں دیکھا کہ زندہ جاوید مسلم عورتیں کیسے زندگی گزارتی ہیں؟ انھوں نے کیا کہا؟ وہ تمام کاموں میں مردوں کے شانہ بہ شانہ کیسے شریک ہوئیں؟ ان کی تربیت کیسے ہوئی؟ ہم اس طرح کی نسل چاہتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ داعی اس کے لیے کوشش کریں اور اپنے وقت کا ایک حصہ اس کے لیے بھی مخصوص کریں۔

کیا تم اپنے والدین اور اپنے رشتہ داروں کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟ حالاں کہ قریبی رشتہ دار بھلائی اور خیر خواہی کے زیادہ حق دار ہیں۔ ''جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت دی جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے تو اس کو صلہ رحمی کرنا چاہیے۔'' (بخاری)

کیا تم اپنے پڑوسیوں کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟ حالاں کہ پڑوسی کا اکرام ایمان کا جزو ہے۔

کیا تم ان کی خوشی اور غمی میں شریک ہوتے ہو؟ اگر تم ان کی خوشیوں میں شرکت کرو گے اور ان کے غمی کے موقعوں پر حاضر رہو گے تو اپنی بات اور زبان سے پہلے اپنے دل اور عمل سے ان کا دل جیت لو گے۔

اے میرے داعی بھائیو!

یہی الٰہی دعوت ہے، وہ آج کم زور گروہ بندی کی تصویر ربانی دعوت نہیں ہے جو ہم کو اس کے دائرہ میں محدود کر دیتی ہے، یہ اس عظیم دعوت کی مسخ شدہ تصویر ہے جس کی ندا رسولوں اور مصلحین نے لگائی تھی۔

۵-سونے کا وقت بھی مرتب رہنا چاہیے

نیند کے لیے ہمارے وقت کا بہت بڑا حصہ درکار ہے، اسی لیے وقت کو منظم کرتے وقت نیند پر بھی توجہ دینا ضروری ہے، اگر نیند کا نظام اچھے انداز میں مرتب کیا جائے تو باقی وقت کو جس طرح چاہے آسانی سے منظم کیا جا سکتا ہے، تم سوال کر سکتے ہو کہ کیا مجھے کم سونا چاہیے تاکہ میرے پاس کام کے لیے زیادہ وقت بچے؟ ہرگز نہیں، یہ طریقہ کار غلط ہے، حقیقت یہ ہے کہ سونے کے لیے زیادہ وقت دیا جائے تاکہ کام بہترین اور عمدہ انداز میں انجام پائے، اپنے حق میں اور دوسروں کے حقوق میں کوتاہی اور بہت بڑی غلطی یہ ہے کہ نیند کے اوقات میں کمی کی جائے کیوں کہ اس سے اجتماعات اور اجلاسوں میں نیند آتی ہے، اگر نیند کو پورا وقت نہیں دیا جائے گا تو کسی کام میں شرکت مکمل صلاحیت اور استحضار کے ساتھ نہیں ہو گی کیوں کہ تم نے بدن اور عقل کو ان کی ضرورت کے مطابق راحت اور نیند کا موقع نہیں دیا ہے۔

بہت سی اہم میٹنگیں ہوتی ہیں جن پر کسی تحریک یا جماعت یا امت کا انجام موقوف رہتا ہے اس میں تم شرکت کے لیے اس حال میں جاتے ہو کہ تم کئی دنوں سے سوئے نہیں ہو، تمھارا جسم تو اس میں حاضر رہے گا لیکن عقل اور ذہن غائب رہیں گے، اگر تم سے کوئی رائے پوچھی جائے گی تو خاموش رہو گے، اس لیے کہ تم رائے دینے پر قادر ہی نہیں ہو، ہمیں سوچنا چاہیے کہ سویا آدمی کیا

بول سکتا ہے؟ کتنے ہی ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ کسی کی گاڑی ستون سے ٹکرا گئی یا سمندر یا ندی میں گر گئی جس کے نتیجہ میں وہ بھی ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھی بھی، اس لیے کہ اس کو جتنے آرام کی ضرورت تھی اتنا آرام نہیں کیا اور جتنا سونے کی ضرورت تھی اتنا سویا نہیں۔

امریکی اخبارات میں ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی کہ مصری صدر انور سادات اور اسرائیلی وزیر اعظم بگین جب امریکہ آتے تو دونوں کے درمیان بڑا فرق پایا جاتا ہے، ان اخبارات نے لکھا کہ بگین اپنے امریکہ پہنچنے کے بعد ایک دن آرام اور تفریح میں گزارتا اور دوسرے دن یہودی خاندانوں کے سربراہوں کے ساتھ ملاقات کرتا پھر تیسرے دن امریکی صدر سے ملتا، لیکن سادات جو امریکیوں کے سامنے ناقص پلاٹ کا احساس کرتا ہے تھکا ماندہ بیمار پہنچنے کے باوجود اپنے پہنچنے کے دو گھنٹے بعد ہی امریکی صدر سے ملاقات کرتا، اس کے بعد امت کے حالات اور قوم کے انجام کے بارے میں گفتگو کرتا ہے، یہی فرق ہوتا ہے اس شخص کے درمیان جو بلند پلاٹ کا احساس رکھتا ہے اور اس شخص کے درمیان جو ناقص پلاٹ رکھتا ہے۔

ترکی میں ستمبر ۱۹۸۰ء کے انقلاب کے بعد نجم الدین اربکان کو جیل سے نکلنے پر مبارک باد دینے اور ان کے حالات سے واقف ہونے کے لیے میں ان سے ملاقات کے لیے گیا، وہ اس زمانہ میں لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل کسی دور جگہ رہتے تھے، میں ان کے پاس تھکا ماندہ مغرب کی اذان کے وقت پہنچا، میں فوراً ملاقات کر کے اسی شام واپس ہونا چاہ رہا تھا، انھوں نے ملاقات سے انکار کیا اور کہا کہ پہلے ہوٹل جاؤ گرم پانی سے نہاؤ، کل صبح دس بجے ملاقات ہوگی۔

انتظامی امور کے ماہرین کامیاب لوگوں کو بھرپور نیند کی صلاح اور ترغیب دیتے ہیں، اسی طرح ان کو صبح سویرے یا رات کے آخری پہر دو یا تین گھنٹے اہم کاموں اور امور کی انجام دہی کے لیے مختص کرنے کا مشورہ دیتے ہیں، ان اوقات میں انسانی ذہن سب سے زیادہ صاف اور چست رہتا ہے اور اس کی مثال میں برطانوی وزیر اعظم بٹ چرچل کو پیش کرتے ہیں کہ وہ اپنے اہم اور بڑے کام رات کی آخری ساعتوں میں کرتا تھا۔

ہمارا خیال ہے کہ یہ نظریہ غلط ہے کیوں کہ جو انسان رات کو دیر سے سوتا ہے وہ لازمی طور پر صبح کی اولین ساعتوں سے محروم ہو جائے گا بلکہ رات دیر گئے اس کا ذہن بھی پورا دن سخت کام میں مشغول رہنے کی وجہ سے چست نہیں رہے گا، صحیح بات یہ ہے کہ انسان جلدی سوئے اور صبح

سویرے جاگ جائے، اسی صورت میں اس کا صبح کا وقت بابرکت اور بہترین وقت ہوگا، جس وقت وہ ذہنی صفائی کی بلندی پر ہوگا اور نفسیاتی طور پر مکمل تیار رہے گا۔

میں نے ایک اسلامی مصنف سے پوچھا کہ وہ اپنی کتابیں کس وقت تصنیف کرتا ہے، وہ آدمی بہت مشغول رہتا ہے اور اس کے ذمہ بہت سے کام رہتے ہیں، اس نے مجھ سے کہا: ''فجر کی نماز کے بعد۔''

تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اکثر مصنفین، رائٹرز و نامہ نگار اہم موضوعات پر صبح کی اولین ساعتوں میں لکھتے ہیں، ہم مسلمانوں کو ہمارے نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور توجیہات میں بھی اس کی رہ نمائی ملتی ہے، آپ نے فرمایا: ''اے اللہ میری امت کو صبح کی اولین ساعتوں میں برکت عطا فرما۔'' (احمد)

ایک بزرگ کا قول ہے: ''مجھے طلوع شمس کے بعد صبح کی نماز پڑھنے والے شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ اس کو روزی کیسے ملتی ہے۔''

نیند اللہ کی نعمت ہے

نیند اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، اور دنیا میں اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ

(الانعام:۶۰)

''وہی ہے جو رات کو تمھاری روحیں قبض کرتا ہے اور تم دن میں جو کرتے ہو اس کو جانتا ہے۔''

اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا (الزمر:۴۲)

''وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نیند کو انسانی عقل اور بدن کے لیے مشقت و محنت اور تھکن کے بعد آرام کا سامان بنایا ہے تا کہ وہ از سر نو چست ہو کر اپنی زندگی کی گاڑی آگے بڑھائے، انسان کے لیے ہر چیز کی طرح اپنی نیند کو بھی حتی الامکان پورا وقت دینا چاہتا ہے۔

اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کے لیے مندرجہ ذیل امور کی پابندی کرنا ضروری ہے۔

- اگر جاگنے کی کوئی وجہ نہ ہو تو حتی الامکان جلدی سونا چاہیے۔
- صبح کی اولیں ساعتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے کیوں کہ اس میں برکت اور رحمت ہے، ان ہی اوقات میں انسان اہم کام انجام دے سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جب کہ وہ چاشت کے وقت سوئی ہوئی تھی: ''عائشہ! جاگ جاؤ کیوں کہ اسی وقت روزی تقسیم کی جاتی ہے۔''
- دن کے درمیانی حصہ میں قیلولہ کرنا جسم کے لیے مفید ہے اور اس سے چستی ونشاط حاصل ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیلولہ کیا کرو کیوں کہ شیاطین قیلولہ نہیں کرتے۔'' بعض غیر ملکی کمپنیاں اپنے اسٹاف اور ملازمین کو ظہر کے وقت اپنے ہی دفتروں میں آرام کرنے کا موقع دیتی ہے کیوں کہ ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ کام کے دوران نیند سے بچنے کے لیے سب سے بہتر حل یہی ہے۔

۶- ہنگامی حالات اور ہنگامی مسائل

ہنگامی حالات اور وقت بہ وقت پیش آنے والی مشکلات زندگی کی نشانی ہے، جب تک انسان کام کرتا رہتا ہے اس کو مشکلات کا سامنا رہتا ہے، جس انسان کو مشکلات کا سامنا نہیں رہتا وہ وہی انسان ہو سکتا ہے جو کام نہیں کرتا۔ منصوبہ بندی سے ان مشکلات کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس کو حل کرنے میں مدد مل سکتی ہے لیکن مشکلات کا سامنا رہتا ہی ہے، انسان کے لیے اپنے منصوبہ میں مشکلات کے حل کا پروگرام بھی بنانا ضروری ہے۔

تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عبقری لوگوں میں تین اوصاف مشترک ہوتے ہیں، اس پر ہم نے پچھلے صفحات میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اس کے علاوہ بھی بعض مشترک اوصاف ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- ان کے پاس مشکلات کے حل کے لیے منظم طریقہ کار رہتا ہے۔

۲- وہ مشکلات کو اس نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ ان کا قابل نفاذ منطقی حل پایا جاتا ہے۔

۳- وہ منفی امور سے اعراض کرتے ہیں اور مثبت امور کا التزام رکھتے ہیں، کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں

کہ مشکلات چیلنج، صلاحیتوں کے اظہار اور تجربات حاصل کرنے کا موقع ہے۔

۴- اچھے انداز میں مشکلات کی تعیین کرنا۔ تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ۵۰ فی صد مشکلات ان کی وضاحت اور تشریح و تعیین سے ہی حل ہو جاتی ہیں۔

۵- ان اسباب و وجوہات سے واقف ہونا جن کی وجہ سے مشکلات پیش آتی ہیں، اس سے ۲۰ فی صد مشکلات ختم ہو جاتی ہیں۔

۶- تمام ممکنہ حل پیش کیا جائے، شروع ہی سے غلط یا صحیح ہونے کا فیصلہ کیے بغیر تمام حلوں کو لکھنا چاہیے۔

۷- جب کسی حل کا انتخاب کیا جائے تو اس کو اپنی گفتگو کا موضوع بنانا چاہیے، کام یاب لوگ ہمیشہ حلوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور ناکام لوگ ہمیشہ مشکلات کا راگ الاپتے ہیں۔

۸- پختہ حل کی تجویز کو اپنایا جائے، کم درجہ کی تجویز جو کمال کے درجہ تک نہ پہنچے اس کے مقابلہ میں کسی تجویز کا نہ ہونا بہتر ہے۔

۹- تجویز اختیار کرنے کے لیے مناسب وقت متعین کیجیے، ۸۰ فی صد تجاویز فوراً اختیار کی جاتی ہیں، اگر اس طرح نہیں کر سکتے تو تجویز اختیار کرنے کا آخری وقت متعین کیجیے۔

۱۰- تجویز کی ذمہ داریاں تقسیم کیجیے۔

۱۱- مشکل مسئلہ کے حل کے لیے وقت متعین کیجیے اور اس سے جلد چھٹکارا پایئے۔

آخری بات

یہ چند اہم نکات ہیں جن کو ہم نے ایک مسلمان کی زندگی میں وقت کی قدر و قیمت سے متعلق پیش کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: عقل مندی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دن کے چار حصے کر لے:

- ایک وقت اپنے رب کے ساتھ مناجات کے لیے
- ایک وقت اپنے نفس کے محاسبہ کے لیے
- ایک وقت اللہ کی کاری گری میں غور و خوض کے لیے
- ایک وقت اپنی ضرورتوں (کھانے پینے) کے لیے۔(۱)

کیا داعی حضرات اس سے متنبہ ہو کر پہلی فرصت میں منصوبہ بندی کریں گے اور اپنے ہر کام کا حساب رکھیں گے؟ کیوں کہ امت مسلمہ ان کے کردار کی منتظر ہے اور پوری دنیا ان کے کردار کی محتاج ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ صَلَاحَ السَّاعَاتِ وَالْبَرَکَةَ فِی الْاَوْقَاتِ.(۲)

''اے اللہ ہم تجھ سے اوقات کی بہتری اور اوقات میں برکت مانگتے ہیں۔'' (آمین)

---

(۱) ابن حبان نے ابوذر طویل سے اس کو روایت کیا ہے (الفاظ ان ہی کے ہیں) اور حاکم نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ ترغیب میں ہے۔ (الوقت فی الحیاۃ المسلم: الدکتور یوسف القرضاوی، ص ۱۹ سے منقول ہے)

(۲) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس دعا کو بار بار پڑھتے تھے۔

انجینئر مصطفیٰ محمد طحان (پ: ۱۹۴۰) لبنان میں پیدا ہوئے اور اعلیٰ تعلیم کے لیے استنبول یونی ورسٹی میں داخلہ لیا جہاں انھوں نے کیمیکل انجینئرنگ میں ایم، ایس، سی کی ڈگری حاصل کی۔ عرب دنیا میں وہ عظیم داعی و مربی، صاحب طرز مصنف اور عظیم دانش ور کی حیثیت سے معروف ہیں۔ اسلامی موضوعات پر غور و فکر اور تحقیق و مطالعہ سے خصوصی دل چسپی ہے۔

۱۹۶۵ سے ۱۹۷۹ تک کویت کے پٹرولیم شعبے میں انجینئر کی حیثیت سے وابستہ رہے۔ انٹرنیشنل اسلامک فیڈریشن آف اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (IIFSO) کے قیام کے سلسلے میں ان کی کاوشیں ناقابل فراموش ہیں۔ ۱۹۶۹ میں فیڈریشن کے تاسیسی اجلاس میں انھیں خازن اور بعد میں جنرل سکریٹری منتخب کیا گیا۔ اس وقت انگریزی اور عربی دونوں زبانوں میں شائع ہونے والا رسالہ ''مجلة الاخبار'' کے مدیر اور دنیا بھر میں سرگرم اسلامی تحریکوں سے وابستہ طلبہ تنظیم کے فیڈریشن کے جنرل سکریٹری بھی ہیں۔

اسلامی تحریکات اور علوم اسلامی پر ان کی عربی تصانیف کے تراجم مختلف زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں جن میں ''الفكر الحركى بين الأصالة والانحراف''، ''القومية بين النظرية والتطبيق''، ''نظرات فى واقع الدعوة والدعاة''، ''فى التدريب التربوى''، ''فلسطين والمؤامرة الكبرىٰ''۔ ''شخصية المسلم المعاصر''، ''المرأة فى موكب الدعوة''، ''معالم تربوية۔'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

زیر نظر کتاب ''وقت کا صحیح استعمال''، مصطفیٰ محمد طحان کی عربی کتاب ''ادارة الوقت'' کا سہل اور آسان اردو ترجمہ ہے۔ اس میں انھوں نے ایک مشفق اور دردمند مربی کی حیثیت سے وقت کی قدر و قیمت اور اس کی موثر منصوبہ بندی پر گفتگو کی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے مسلم نوجوانوں کی ذمے داریوں کو خصوصیت کے ساتھ اپنی گفتگو کا موضوع بنایا ہے۔